عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد: ۳۵ | ۶ تا ۱۲ ر جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ مارچ ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۱۱

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

مسلمانوں کا ناقابلِ تسخیر امتیاز

استحکام مدارس و پاکستان کانفرنس

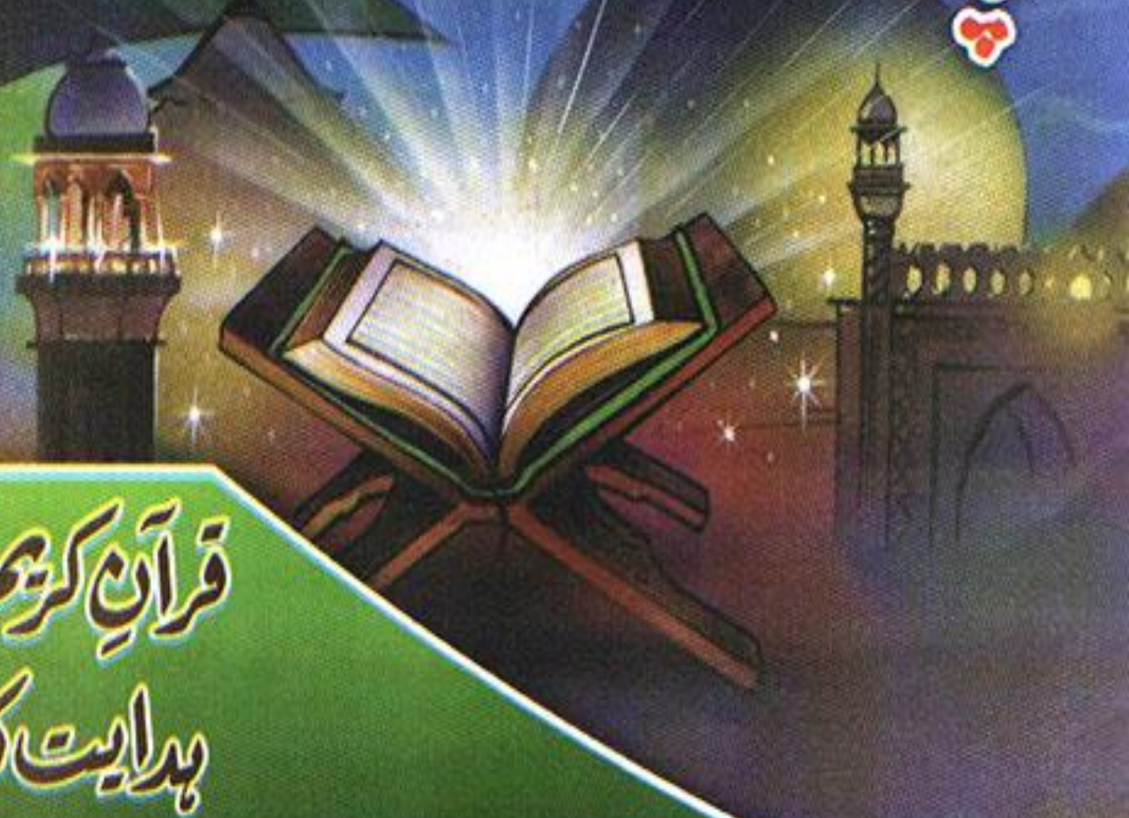

قرآنِ کریم کا اعجاز

ہدایت کا شاہکار

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org

http://www.khatm-e-nubuwwat.com

قسطوں پر خرید و فروخت کرنا

ابوحسن، کراچی

س:.....قسطوں پر خرید و فروخت کرنا کیسا ہے؟ لوگ ایک سال یا دو سال کے ادھار پر الیکٹرونکس کا سامان خرید لیتے ہیں اور قسطوں میں اس کی رقم ادا کرتے ہیں جو کہ نقد قیمت سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیا اس طرح زیادہ قیمت دینا قسطوں کی صورت میں سود تو نہیں ہے؟ کیا قسطوں پر یہ لین دین شرعاً صحیح ہے؟

ج:.....جو چیز ادھار اور قسطوں پر خریدی جائے، اگر اس کی ایک قیمت متعین کردی جائے کہ اس قدر قیمت قسطوں پر خریدنے کی صورت میں ادا کرنا ہوگی تو یہ شرعاً صحیح ہے، سود نہیں ہے۔ گویا اب اس چیز کی دو قیمتیں ہیں ایک نقد ہے جو کہ رعایتی ہے اور دوسری ادھار ہے جو کہ مہنگی ہے، لہٰذا اس دوسری قیمت پر اگر مزید کسی قسم کا اضافہ نہ کیا جائے جرمانہ وغیرہ کی صورت میں تو اس طرح قسطوں پر خرید و فروخت کرنا صحیح ہے۔

مال پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنا

س:.....کیا کوئی چیز بکنگ کرانے کے بعد اس کی رسید اور فائل وغیرہ پر اسے آگے نفع کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے، مثلاً گاڑی، دکان، گھر، فلیٹ اور پلاٹ وغیرہ؟

ج:.....جو چیز خریدی جائے جب تک اس کا مکمل قبضہ نہ حاصل ہوجائے اس کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ دکان، مکان، فلیٹ اور پلاٹ وغیرہ کی چیز کے بارے میں یہی اصول اور قاعدہ ہے کہ قبضہ سے پہلے کسی دوسرے کو آگے فروخت کرنا صحیح نہیں۔

س:.....سود کی رقم رشوت وغیرہ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

ج:.....نہیں دے سکتے! کیونکہ یہ دوہرا گناہ ہوگا۔ ایک سود لینے کا اور دوسرا رشوت دینے کا۔ سود، رشوت اور حرام رقم اپنی ملکیت سے نکالنے کے لئے زکوٰۃ کے مستحقین کو بغیر ثواب کی نیت سے دے دی جائے۔

حرام مال سے قرضہ ادا کرنا

س:.....ایک شخص کی ذرائع آمدنی حرام ہے، لیکن اگر وہ کسی دوسرے مسلمان سے قرض لے کر اپنے اخراجات پورے کرنے اور یہ حرام رقم بطور قرض ادا کردے تو کیا یہ حرام کھانے والا شمار ہوگا؟ کیا اس طرح حرام رقم سے دوسرے کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے؟

ج:.....اگر حلال کمانے والے شخص سے قرض لے کر استعمال کیا تو وہ حلال ہی ہے، لیکن قرض کی ادائیگی کے لئے حرام مال دینا درست نہیں ہے اور حرام مال لینا بھی درست نہیں۔ اس لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حلال ذرائع آمدنی کی کوشش اور تلاش جاری رکھے، جیسے ہی مل جائے تو حرام کام فوراً چھوڑ کر اسے اختیار کرلے۔ اس وقت تک بامر مجبوری کسی غیر مسلم سے قرض لے کر اپنا کام چلائے اور یہ حرام رقم اسے بطور قرض ادا کردے، کیونکہ غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اس کے حق میں حلال حرام برابر ہے، لیکن حرام رقم سے قرض ادا کرنے کا گناہ ہوگا۔

خون بہنے سے وضو کا حکم

س:.....وضو کر کے میں مسجد میں گیا تا کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھوں، مگر ناک میں خارش ہونے کی وجہ سے جب میں نے انگلی ناک میں ڈالی تو ہلکا سا خون نکلا ہوا تھا، کیا اس سے وضو ٹوٹ گیا؟

ج:.....جی ہاں! خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوّۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۵ — ۶ تا ۱۲؍ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲؍ مارچ ۲۰۱۶ء — شمارہ:۱۱

اس شمارے میں!

عنوان	صفحہ	مصنف
ممتاز قادری کی سزا میں دوہرا معیار کیوں؟	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
استحکام مدارس و پاکستان کانفرنس!	۶	مولانا محمد حنیف جالندھری
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت.....	۹	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی
قرآن کریم کا اعجاز.....	۱۲	محمد فرمان ندوی
بڑی باجی صاحبزادی حضرت بنوریؒ	۱۵	مولانا محمد شفیع چترالی
تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں حاضری	۱۸	حافظ محمد ادریس
فیشن شو اور ناچ گانے کی اجازت.....	۲۱	انصار عباسی
کامیاب استاذ کی صفات (۲)	۲۲	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
جاوید احمد غامدی... سیاق وسباق کے آئینہ میں (۲۳)	۲۴	مولانا فضل محمد مدظلہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

ممتاز قادریؒ کی سزا میں دُہرا معیار کیوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۲۰۱۱ء کا سال مسلمانوں پر ایسا کڑا گزرا ہے کہ اس وقت کے حالات اور واقعات سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ دین دشمنوں، کفار اور شاتم رسول گروہوں نے بیک وقت اسلام، پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یلغار کردی ہے۔ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے بنا کر مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو چھلنی اور زخمی کیا جارہا تھا، دوسری طرف آئین پاکستان میں ناموس رسالت کے تحفظ پر مشتمل شقوں کو تبدیل کرانے پر زور دیا جارہا تھا۔ جس کی بنا پر اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام قابل ذکر بڑے شہروں میں جگہ جگہ احتجاج اور مظاہرے ہورہے تھے۔ اس دوران آسیہ نامی ایک عیسائی خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا ارتکاب کیا، موقع پر موجود لوگوں نے اس قضیہ کو تھانے تک پہنچایا، اس ملعونہ کی گرفتاری ہوئی، معاملہ عدالت تک پہنچا، انکوائریاں ہوئیں، بیانات ہوئے، بیانات پر جرح ہوئی، آسیہ مسیح پر جرم ثابت ہوا، عدالت نے اس کو قانون کے مطابق سزائے موت سنائی۔ ادھر اس وقت صوبہ پنجاب پر مسلط کیا گیا گورنر جس کا نام سلمان تاثیر تھا جو تنخواہ اور مراعات تو پاکستان سے لیتا تھا، لیکن اخبارات کے بقول وہ نوکری مغرب کے ایک خفیہ ادارے کی کرتا تھا، جس نے گورنر پنجاب ہوتے ہوئے اس آسیہ مسیح سے جیل میں جاکر ملاقات کی اور اس کو رہا کرانے کی یقین دہانی کراتے ہوئے ناموسِ رسالت کے تحفظ پر مشتمل قانون کو ''کالا قانون'' کہا اور اس قانون کے ختم کرانے کی اپنی مذموم کوششوں کو اس نے ''مقدس مشن'' کا نام دے رکھا تھا، اور علی الاعلان گستاخانہ جملے اپنے غلیظ منہ سے نکالے تھے، جن غلیظ جملوں کے سننے کی تاب نہ لاتے ہوئے اور مغلوب الحال ہوکر ڈیوٹی پر مامور اس کے ایک محافظ جناب ملک ممتاز حسین قادری نے اس کو قتل کردیا۔ اس لئے کہ کوئی بھی مسلمان چاہے وہ اعمال میں کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، وہ اپنے کانوں اور اپنے سامنے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص اور گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ تو ملک ممتاز حسین قادری تھے، ان کی جگہ کوئی اور مسلمان ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا جو جناب ملک ممتاز حسین قادری نے کیا۔ بہرحال جناب ملک ممتاز حسین قادری کو گرفتار کیا گیا، اس پر مقدمہ چلا اور ان کو سزائے موت سنادی گئی۔ یہ مقدمہ سیشن کورٹ، ہائی کورٹ سے ہوتا ہوا سپریم کورٹ تک پہنچا، حتیٰ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر صاحب نے بھی اس ناموس رسالت کے محافظ کے والدین اور وکلاء کی طرف سے کی گئی اپیل کو مسترد کردیا اور جناب ملک ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دے دی گئی۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کوئی شخص وزیر، مشیر، گورنر، وزیراعلیٰ، وزیراعظم یا صدارت کے منصب پر ہو اور وہ آئین پاکستان کو یا آئین پاکستان کی کسی دفعہ کے بارہ میں کہے کہ میں اس کو نہیں مانتا؟ یا وہ آئینِ پاکستان کی فلاں دفعہ کو ''کالا قانون'' کہے؟ آئین پاکستان کا حلف اٹھانے والا اس کہنے کے باوجود کیا اس منصب پر قائم رہ سکتا ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں! اب جب سلمان تاثیر نے اپنے حلف اور عہدے کی پاسداری نہ کرتے ہوئے یہ سب باتیں آئین اور ناموس رسالت کے قانون کے بارہ میں کہیں تو اس کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا گیا؟ جب حکومت نے اپنی یہ ذمہ داری ادا نہیں کی اور اس نے مسلسل اس قانون کے ختم کرنے کی کوششیں شروع کردیں اور ان کوششوں کو ''مقدس مشن'' کا نام دے کر اس پر عمل شروع کردیا تو قانون کو ہاتھ میں لینے کا

مرتکب وہ ہوا نہ کہ ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ۔

۲:...ٹھیک ہے ملک ممتاز حسین قادری شہید سے غلبۂ حال کی بنا پر یہ فعل سرزد ہو گیا تو اس کے وکلاء کی یہ بات کیوں نہیں سنی گئی کہ ملک ممتاز حسین قادری کے معاملہ کو صرف ایک آدمی کے قتل کے تناظر میں نہ دیکھا جائے، بلکہ یہ معاملہ ناموس رسالت کے تحفظ کا ہے اور ایسے معاملات میں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ ایمان والا بھی کچھ سے کچھ کر سکتا ہے، جیسا کہ سابق وفاقی وزیر داخلہ جناب عبدالرحمٰن ملک کا بیان ریکارڈ پر ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر ممتاز قادری کی جگہ میں ہوتا اور میرے سامنے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی گستاخانہ کلمہ کہتا تو میں بھی وہی کرتا جو ملک ممتاز قادری نے کیا۔

۳:...اگر یہ معاملہ غلبۂ حال اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت میں ان سے سرزد ہو بھی گیا تھا تو حکومت کو چاہئے تھا کہ ملک ممتاز حسین قادری اور مقتول سلمان تاثیر کے ورثا کے درمیان ثالث اور دونوں کے سرپرست ہونے کا کردار ادا کرتی، کہ یہ معاملہ چونکہ ان سے ہو گیا ہے اور ناموس رسالت کے تحفظ کا مسئلہ بھی ہے اور غلطی سلمان تاثیر سے بھی ہوئی تھی، لہٰذا آپ لوگ ملک ممتاز حسین قادری کو معاف کر دیں، یا ان سے دیت کا مطالبہ کر لیں۔ اس طرح کردار ادا کرنے سے ملک ممتاز حسین قادری کی جان بھی بچ جاتی، سلمان تاثیر کے ورثا بھی خوش ہو جاتے اور اہل پاکستان کے دلوں میں بھی حکومت کا وقار اور مرتبہ بلند ہو جاتا۔

۴:...اگر یہ بھی نہیں کیا گیا تو جب صدر مملکت کے پاس ملک ممتاز حسین قادری کے ورثا اور وکلا کی طرف سے اپیل گئی تھی تو انہیں چاہئے تھا کہ پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات کی رعایت کرتے ہوئے ان کی اپیل کو قبول کر لیتے اور انہیں باعزت طور پر رہا کر دیتے۔ کیونکہ یہ اختیار ان کے پاس ہے اور وہ اپنے اس اختیار کو استعمال کر سکتے تھے یا اگر ایسا نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم ان کی سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیتے۔ اس سے صدر مملکت کی عزت ووقار میں بھی اضافہ ہوتا، مسلمانوں کی دعائیں بھی ملتیں اور ان کی دنیا وآخرت بھی سنور جاتی۔

۵:...قانون دان، علماء کرام، وکلاء حضرات اور پاکستانی عوام اس سوچنے پر مجبور ہیں کہ آخر اعلیٰ عدالتوں میں کتنے لوگوں کے بارہ میں سزائے موت کے فیصلے ہو چکے ہیں، لیکن سالہا سال سے ان کو پھانسی کے پھندے پر نہیں لٹکایا گیا، اس سے بڑھ کر یہ کہ برسوں سے کتنے موہن رسول جیلوں میں ایسے ہیں، جن کے خلاف سزائے موت کا فیصلہ آ چکا ہے، لیکن ان میں سے کسی ایک کو بھی ابھی تک پھانسی نہیں دی گئی، اس سے بڑھ کر یہ کہ سلمان تاثیر اور ملک ممتاز حسین قادری کے اس قضیہ کا سبب بننے والی آسیہ مسیح آج تک زندہ ہے، اپیلوں کے نام پر اس کی سزائے موت کو ابھی تک روکا ہوا ہے، آخر ایسا کیوں؟

اب سننے میں آ رہا ہے کہ اس آسیہ مسیح کے آقاؤں نے اس کے لیے اپنے ہاں فلیٹ بھی تیار کر لیا ہے، اس کو شہریت بھی دے دی گئی ہے اور کسی وقت اس کو ملک سے مخفی طور پر رخصت کر دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ ملک، حکومت اور صاحبان اقتدار کے لیے ایک اور کالک ہوگی اور اس سے حکومت، عدلیہ اور برسر اقتدار طبقہ کی جو رسوائی ہوگی، اس کو سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۶:...ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ نے تو آخری وقت تک کسی قسم کی گھبراہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ اپنے گھر والوں سے آخری ملاقات کرتے ہوئے بھی انہوں نے کہا کہ: ''میں جیت گیا تم ہار گئے۔'' میں نہیں کہتا تھا کہ تم صدر مملکت کے پاس اپیل لے کر نہ جاؤ، پھر اپنے بیٹے سے قرآن کریم کی تلاوت سنی، بہادروں کی طرح اخیر وقت میں اذان دی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام کو بلند کرتے ہوئے مسلمانوں کو کامیابی کی طرف دعوت دی اور درود وسلام پڑھتے ہوئے پھانسی کے پھندے کو گلے لگا لیا اور کہتا ہوا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا انتظار فرما رہے ہیں، تھوڑی دیر بعد امام الانبیاء خاتم الانبیاء سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی۔

حکمرانو! تم کس کس کو پھانسی پر لٹکاؤ گے اور کس کس چیز پر پابندیاں لگاؤ گے؟ اور کیا ان پھانسیوں اور پابندیوں سے مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ عشق ووفا کے سپوتوں کی محبت کم کر سکو گے؟ حاشا وکلا! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ملک ممتاز حسین قادری شہید رحمہ اللہ کے نماز جنازہ میں چار کلومیٹر پر پھیلا ہوا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نہ ہوتا۔ ملک ممتاز حسین قادری شہیدؒ کی نماز جنازہ سے ان کے بارہ میں غلط فہمی میں مبتلا افراد واداروں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

استحکام مدارس وپاکستان کانفرنس

ایک تاریخ ساز اجتماع

مولانا محمد حنیف جالندھری

اس وقت ہم ایک عجیب وغریب صورتحال سے دوچار ہیں ایک طرف تجدد ہے اور دوسری طرف تشدد ایک طرف ترقی کے نام پر لبرل ازم، روشن خیالی کے نام پر بے حیائی اور اعتدال پسندی کے نام پر مداہنت کو رواج دیا جارہا ہے جبکہ دوسری طرف جہاد کے نام پر فساد، مذہب کے نام پر انتہاپسندی اور نفاذ شریعت کے نام پر مسلمانوں کے کشت وخون کا سلسلہ جاری ہے۔ وطن عزیز پاکستان جو اسلام کے نام اور کلمہ طیبہ کے نعرے پر معرض وجود میں آیا تھا اس وطن سے اسلام اور اسلام پسندوں کو دیس نکالا دینے کے جتن کئے جارہے ہیں۔ جس دینی تعلیم کا انتظام ریاست کی ذمہ داری تھی اس کا انتظام کرنے والے دینی مدارس کو مختلف حیلے بہانوں سے تنگ کیا جارہا ہے، ان دینی مدارس کا ناطقہ بند کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ملک بھر کے سینکڑوں امن پسند علماء کو فورتھ شیڈول میں ڈال کر جرائم پیشہ لوگوں کی صفوں میں کھڑا کردیا گیا ہے، نہ جانے کس کی خوشنودی کے حصول کے لئے آئے روز مدارس دینیہ پر چھاپے مارے جاتے ہیں، کبھی کوائف طلبی کے نام پر، کبھی رجسٹریشن کے بہانے سے، کبھی بینک اکاؤنٹس کی بندش کی شکل میں ارباب مدارس کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ وطن عزیز میں داڑھی اور پگڑی کو نفرت کی علامت بنانے کی کوشش ہورہی ہے، دہشت گردی کی روک تھام کے لئے جاری ہونے والے اشتہارات میں داڑھی اور برقعے کو ہدف بنایا جاتا ہے۔ ملک بھر سے ہزاروں اسلام پسند جوانوں کو اس طرح غائب کردیا گیا کہ ان کا کوئی اتا پتا نہیں کہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ اس ملک کا نوجوان سب سے زیادہ قابل رحم ہے، ایک طرف اسے داعش کے نام پر ورغلایا جارہا ہے تو دوسری طرف ویلنٹائن اور دیگر حوالوں سے بہکایا جارہا ہے، ایک طرف اس کو اشتعال دلا کر بے گناہوں کا خون بہانے پر آمادہ کیا جاتا ہے تو دوسری طرف اسے ڈرا دھمکا کر مسجد ومدرسہ سے دور رکھنے کی سعی کی جاتی ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب اسلام پسندوں کو سنگین چیلنجز کا سامنا ہے، فرقہ واریت کی جنگ کو پاکستان کے اندر دھکیلنے کی سازش ہورہی ہے، کبھی تبلیغی جماعت پر قدغنیں لگائی جاتی ہیں اور کبھی دینی مدارس کی مشکیں کسنے کی منصوبہ بندی، نفسانفسی کا عالم ہے، کھینچا تانی کا ماحول ہے، خوف وہراس کی کیفیت ہے، مادیت کی دوڑ ہے، جھوٹا پروپیگنڈہ ہے، لایعنی تبصرے ہیں، باہمی انتشار وافتراق ہے، کبھی دہشت گردی کے ڈانڈے مدارس کے ساتھ جوڑے جاتے ہیں اور کبھی مدارس کو دنیا بھر کی تمام خرابیوں کا منبع بتایا جاتا ہے، کبھی مدارس کو تشدد اور عسکریت کی آماجگاہ بنانے کی کوشش ہوتی ہے اور کبھی مدارس کے سادہ لوح نوجوان کو خوشنما نعروں کی بنیاد پر راہ اعتدال اور راہِ راست سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے، پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کے محافظ یعنی عساکر پاکستان اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے نگہبان یعنی دینی طبقات کے مابین کشمکش کی فضاء پیدا کی جاتی ہے، علما اور مسٹر کی تفریق کے نام پر پاکستان میں مذہبی طبقات کو تنہا کرنے کی سعی ہوتی ہے پاکستان کے اندر کشت وخون اور بدامنی کو ہوا دینے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں ایسے میں پاکستان کے علماء حیران ہیں کہ وہ کیا کریں؟ پاکستان کا نوجوان گومگو کی کیفیت میں ہے کہ وہ کس راستے کا انتخاب کرے؟ پاکستانی قوم سہمی بیٹھی ہے کہ وہ کہاں کا رخ کرے؟ مدارس دینیہ کے ساتھ محبت رکھنے والے لوگوں کے سامنے مدارس کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگادیا گیا ہے...... اس ابتر اور سنگین صورتحال کے دوران وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو گزشتہ کئی برسوں سے چومکھی لڑائی لڑنی پڑ رہی ہے۔

وفاق المدارس نے اس عرصے میں دینِ اسلام کی پاسبانی، شعائر اسلام کے دفاع اور دینی مدارس کا مقدمہ پیش کرنے میں اپنی بساط سے بڑھ کر کوشش کی۔ ہم لوگ تشدد اور تجدد کے بیچ میں اعتدال کی ایسی تنی ہوئی رسی پر چل رہے ہیں کہ جس کی دونوں طرف بہت گہری اور بھیانک گھاٹیاں ہیں...... ایسے میں اس بات کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ قوم کے سامنے اسلام کا حقیقی پیغام پیش کیا جائے، دینی مدارس کے کردار وخدمات سے دنیا کو آگاہ کیا جائے، پاکستان کو درپیش مسائل وخطرات سے نمٹنے کے لئے اتحاد ویکجہتی کا مظاہرہ کیا جائے، نظریہ پاکستان کے خلاف جاری سازشوں کی روک تھام کی سعی کی جائے، پاکستانی نوجوان کی طرف

بڑھنے والے تشدد کے سیلاب کا راستہ روکا جائے، بے حیائی کی آندھی سے اپنے بچوں اور بچیوں کی حفاظت کی جائے۔ اس سلسلے میں مختلف کوششیں ہوئیں۔ حالیہ دنوں میں دینی مدارس کی "بیداری مہم" کے تحت ملک بھر میں بہت اہم اور کامیاب اجتماعات کا انعقاد ہوا جن میں اکابر واصاغر کو باہم ملنے کا اور ایک دوسرے کو سننے سمجھنے کا موقع ملا، اجتماعات دینی مدارس کے شکستہ دل ذمہ داران اور اساتذہ وطلباء کے لئے حوصلہ افزائی کا سبب بنے، بددلی کا شکار لوگوں کو امید کی کرن دکھائی دی، اس کامیاب تجربے کو مدنظر رکھتے ہوئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے قائدین نے ان اجتماعات کے بعد مینار پاکستان کے سائے تلے "استحکام مدارس و پاکستان کانفرنس" کے نام سے ایک عظیم الشان اجتماع کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔

اللہ رب العزت کی رحمت سے امید ہے کہ یہ اجتماع اسلام کی حقیقی اور امن واعتدال پر مبنی تعلیمات کو دنیا کے سامنے لانے کا سبب بنے گا، یہ اجتماع دینی مدارس کے کردار وخدمات کو اجاگر کرنے کا باعث ہوگا، یہ اجتماع مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کا توڑ بنے گا، یہ اجتماع اہل حق کی اجتماعیت اور شان وشوکت کا اظہار ہوگا، یہ اجتماع نظریہ پاکستان کے خلاف ہونے والی سازشوں کے راستے کی رکاوٹ بنے گا، یہ اجتماع پاکستان کے بہتر مستقبل کی نوید ہوگا، یہ اجتماع پاکستان میں قیام امن کا پیش خیمہ بنے گا، یہ اجتماع اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کی اعتدال پر مبنی فکر کو عام کرنے کا باعث ہوگا، یہ اجتماع ارباب مدارس کو نیا عزم اور حوصلہ بخشے گا، اس اجتماع سے نوجوانوں کو اپنی منزل کا سراغ ملے گا، یہ اجتماع اتحاد ویکجہتی کا استعارہ اور امن وسکون کی علامت ہوگا۔ مینار پاکستان کے سائے تلے ہونے والا یہ اجتماع وقت کی پکار اور موجودہ حالات کا تقاضا ہے اور اس کی کامیابی کے لئے کردار ادا کرنا ہم سب کا دینی اور ملی فریضہ ہے۔ اس لئے اس اجتماع کی کامیابی کے لئے درج ذیل اقدامات اٹھانے اور ذمہ داریاں نبھانے کی ضرورت ہے۔

☆...... اجتماع کی کامیابی کے لئے خصوصی دعاؤں اور اذکار واوراد کا اہتمام کیا جائے، خاص طور پر مدارس دینیہ میں سورہ یسین، آیت کریمہ، درود شریف اور صلوٰۃ الحاجت کا معمول بنایا جائے۔

☆...... اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ یہ اجتماع ملکی تاریخ کا سب سے بڑا، سب سے موثر اور سب سے زیادہ بامقصد اجتماع ثابت ہو۔

☆...... اجتماع میں بلاتفریق تمام طبقات اور تمام جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی جائے گی اس لئے تمام علماء کرام اپنے علاقوں میں اس حوالے سے محنت فرمائیں۔

☆...... اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ہر کوئی اجتماع میں شریک ہو لیکن اگر کچھ احباب اجتماع میں شریک نہ ہو سکیں تو ان تک اجتماع کی دعوت اور پیغام ہر صورت میں پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔

☆...... ملک بھر کے تمام ڈویژنز اور اضلاع میں، تمام شہروں میں اجتماع کی تیاری کے سلسلے میں اجلاس، کنونشنز اور مشاورتی مجالس کا انعقاد کیا جائے۔

☆...... تمام مساجد کے ائمہ وخطباء اپنی اپنی مساجد میں مارچ کے مہینے کے تمام خطبات جمعہ میں اجتماع کے حوالے سے بار بار اعلانات فرمائیں اور ساتھیوں کو اجتماع میں شرکت کی ترغیب دیں۔

☆...... ہر جمعہ کے بعد مساجد کے باہر اجتماع کے حوالے سے ہینڈ بل تقسیم کئے جائیں۔

☆...... تمام دینی مجلات وجرائد اور قومی اخبارات میں اجتماع کے حوالے سے اشتہارات شائع کروائے جائیں۔

☆...... اپنے اپنے اضلاع کی ضلعی انتظامیہ، قانون نافذ کرنے والے اداروں، میڈیا، عدلیہ، تعلیمی اداروں، تاجر برادری اور دیگر طبقات کو اہتمام کے ساتھ اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جائے۔

☆...... ملک بھر کے اخبارات اور میڈیا میں اجتماع کے حوالے سے خبروں، بیانات اور مضامین کی اشاعت کو یقینی بنایا جائے اور خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا کے ذمہ داران کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ وہ دینی طبقات اور دینی مدارس کو ان کے حجم اور حیثیت کے مطابق کوریج دینے کا اہتمام کریں۔ اس سلسلے میں خطوط لکھے جائیں، فون کئے جائیں، ملاقاتوں کا اہتمام ہو...... اجتماع کے دوران میڈیا پر نظر رکھی جائے اور اگر حسب سابق اس عظیم الشان اجتماع کو الیکٹرانک میڈیا کی طرف سے نظر انداز کیا جائے تو اس پر فوری طور پر اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا جائے۔

☆...... تمام علاقوں کے علماء کرام اپنے علاقے کے چیمبر آف کامرس، تاجر تنظیموں، بار ایسوسی ایشنز اور دیگر طبقات کے مراکز کا وفود کی صورت میں دورہ کرکے اجتماع میں شرکت کی دعوت دیں۔

☆...... اجتماع میں بلاتفریق تمام مکاتب فکر کے وابستگان اور تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کے قائدین کو مدعو کیا جائے اور کسی قسم کی تفریق روا نہ رکھی جائے۔

☆...... ملک بھر کے تمام چوکوں، چوراہوں پر اجتماع کے حوالے سے بینرز اور پینا فلیکس آویزاں کئے جائیں تاکہ ملک کے ہر ہر فرد تک اجتماع کی دعوت اور آواز پہنچ جائے۔

☆...... طلباء کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے والدین اور سرپرستوں کے ہمراہ اجتماع میں شرکت کریں تاہم کمسن طلباء کو اجتماع میں شریک نہیں کیا جائے گا، ان کی جگہ ان کے سرپرستوں اور اہل خانہ کو

اجتماع میں شرکت کی دعوت دی جائے۔

☆……تمام مدارس اپنے قدیم طلباء اور اپنے فضلاء کے نام خطوط لکھ کر انہیں ادارے کے قافلے کے ہمراہ اجتماع میں شرکت کا پابند بنائیں۔

☆……بنات کے مدارس عموماً اجتماعی معاملات میں شرکت سے محروم رہ جاتے ہیں، اس اجتماع میں کوشش کی جائے کہ بنات کے سرپرستوں کی اجتماع میں شرکت کو یقینی بنایا جائے۔

☆……اہل مدارس اور علماء کرام ملک بھر سے قافلوں کی صورت میں اجتماع میں شرکت کریں، قافلے کے جملہ شرکاء کے ناموں اور فون نمبرز کی فہرست ساتھ رکھیں۔

☆……قافلے کے جملہ شرکاء کے لئے پانی، کھانے اور دیگر ضروریات کے بندوبست کا نظم از خود بنائیں۔

☆……اجتماع کے دوران پاکستان کے علاوہ کسی قسم کا کوئی پرچم نہیں ہوگا اور نہ اسٹیج کے بغیر کوئی نعرہ لگایا جائے گا، اگر کوئی ایسا نعرہ یا کوئی پرچم کسی کی جانب سے بلند کرنے کی کوشش کی جائے تو اسے روکنے کا اہتمام ہو۔

☆……اجتماع کے دوران نظم وضبط اور صبر وتحمل سے کام لیا جائے اور ہر قسم کی بدنظمی اور بے صبری سے گریز کیا جائے۔

☆……اجتماع کی آڑ میں کسی بھی غیر ذمہ دارانہ بینر، نعرے یا سرگرمی کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جائے۔

☆……تمام علماء وطلباء مکمل طور پر بیدار مغزی کا ثبوت دیں اور اس اجتماع کو سبوتاژ کرنے یا اس کے مقاصد کو متاثر کرنے والی کوششوں کی سختی سے حوصلہ شکنی کی جائے۔☆☆

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

کس بیم ورجا کے عالم میں، طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
اک سمت شریعت ہوتی ہے، اک سمت محبت ہوتی ہے
''اتممت علیکم'' فرما کر اللہ نے خود اعلان کیا
اتمام کرم اب ہو تو چکا، بس ختم نبوت ہوتی ہے
(محمد عبداللہ)

محمد مصطفی ﷺ کو آپ ختم الانبیاء کہئے
اس فیضان نور حق کو محبوب خدا کہئے
انہیں خیر الوریٰ کہئے، شہِ دوسرا کہئے
خدا کے بعد جب وہ ہیں، پھر اُن کو اور کیا کہئے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

جب کہیں تذکرہ ختم رسلؐ ہوتا ہے
گلشن دل کا ہر اک غنچہ کنول ہوتا ہے
جو بھی مرمٹتا ہے سرکار کی الفت میں بشر
سارے عالم میں وہی ضرب المثل ہوتا ہے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

ان کا روئے جبیں دیکھتے رہ گئے
سب حسین مہ حسین دیکھتے رہ گئے
ان کو ختم نبوت کا رتبہ ملا
اور سب ہی مرسلیں دیکھتے رہ گئے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

شہِ دیں مرجع کون و مکان ہے
وہی محبوب رب العالمین ہے
ہے اس کی ذات پر ختم نبوت
وہ نبیوں میں امام المرسلین ہے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

محبوب خدا خیر انام اچھا لگے ہے
نبیوں میں رسولوں کا امام اچھا لگے ہے
وہ ختم رسل، شاہ امم لے کے جو آیا
وہ حق و صداقت کا نظام اچھا لگے ہے
(ظفر جنگپوری قاسمی)

اے شہِ کون و مکان فخر رسول خیرالوریٰ!
خاتم پیغمبراں اے رحمت رب العلیٰ!
تو نے کی روشن جہاں میں مشعل رشد و ہدیٰ
ہر گھڑی تھا تیرے سر پر سایۂ فضل خدا
(ظفر جنگپوری قاسمی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

مسلمانوں کا ناقابل تسخیر امتیاز

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ترجمہ از عربی محمد سالم سونگی

مذہب اور مذہبی پیشواؤں کے تعلق سے یورپی عوام کا تصور وسلوک اہل مشرق کے مذہبی نظریہ سے مختلف ہے، جس کا بنیادی اور فطری سبب یورپ کے تاریک دور میں کلیسا کی تنگ نظری، ضد، تشدد اور عوام کے ساتھ اس کا ناروا سلوک ہے، انہی زیادتیوں اور سختیوں کا رد عمل ہے جو بیداری کے زمانہ میں اہل یورپ میں مذہب بیزاری اور کلیسا سے دوری کی شکل میں ظاہر ہوا، جن لوگوں نے یورپ کے تاریک عہد (Dark Ages) کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ تاریک عہد میں جن ممالک میں مذہبی پیشواؤں کی سختیاں اور پابندیاں زیادہ تھیں وہاں کے عیسائیوں میں دین سے نفرت اور دوری زیادہ ہے، بہ نسبت ان علاقوں کے عیسائیوں کے جہاں کلیسا کی بالادستی اور مذہبی پابندیاں نہیں تھیں۔

تاریک عہد (Dark Ages) کا اطلاق تاریخی لحاظ سے یورپ کے اس عہد پر ہوتا ہے جس میں عیسائی علماء اور پوپ نے حکومت میں غیر معمولی اثر و رسوخ حاصل کرکے آہستہ آہستہ اپنے مسلک اور عقیدہ میں شدت پسندی اختیار کرلی اور عوام کو جبراً مسیحیت قبول کرنے پر مجبور کیا اور دھیرے دھیرے شخصی آزادی اور عوامی اختیارات سلب کرلئے، یہاں تک کہ علم جیسی بنیادی ضرورت پر بھی پہرے بٹھا دیئے گئے، بالآخر یہ مذہبی انتہا پسندی اس حد تک پہنچی کہ جو بھی کلیسا کی مخالفت کرتا اس کے خلاف سخت کارروائی کی جاتی۔ ایک معروف عرب ادیب و مفکر عباس محمود عقاد نے یورپ میں حریت پسندی اور آزادی رائے کا علمبردار ''والٹیر'' (Voltaire) کے بارے میں لکھا ہے کہ ''والٹیر'' مذہب مخالف نہیں تھا بلکہ وہ مذہبی پیشواؤں کی تنگ نظری، ضد اور تشدد کا مخالف تھا۔ تاریک دور میں کلیسا کے اس رویہ کو ہر عیسائی جانتا ہے، ان زیادتیوں کی اہم وجہ یہ تھی کہ اس وقت یورپ میں نظام حکومت پر کلیسا کا تسلط تھا اور حکام اور بادشاہوں کا کوئی عمل دخل نہیں تھا، اس کی دلیل وہ صلیبی جنگیں ہیں جن کا صور پاپائے روم نے پھونکا اور پورا یورپ، کیا عوام، کیا خواص، سب اس کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور کسی کی مجال نہیں تھا کہ پاپائے روم کے اس اقدام کی خلاف ورزی کرتا۔

یورپی مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صلیبی جنگیں جن میں یورپ کو زبردست جانی اور مالی نقصان ہوا، ان کا ذمہ دار مرکزی پوپ ہے جس کے ایما پر یہ جنگیں لڑی گئیں۔ صلیبی جنگوں میں یورپ کی زبردست ناکامی اور نقصان کے بعد فرانس کے بادشاہ لوئی نہم نے یہ اعتراف کیا کہ جنگوں سے اب کوئی فائدہ نہیں، اس سے ہم اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتے۔ لہٰذا اس نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ جنگ کے بجائے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے کلیسا نے تعلیم پر سے پابندی ہٹائی اور حصول علم کی اجازت دے دی۔

واضح رہے کہ یہ تاریکی صرف یورپ میں چھائی ہوئی تھی ورنہ عین اسی وقت یعنی اسلام کی آمد کے بعد اسلامی تہذیب وتمدن کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور وہ زمانہ تاریخ عالم کی مذہبی، سیاسی، علمی اور فکری تاریخ کا روشن ترین زمانہ تھا۔ گستاولی بان نے لکھا ہے کہ: ''اس وقت عالم عیسائیت کو جو کچھ دستیاب نہیں تھا۔ اسلامی تہذیب وتمدن کو دستیاب تھا۔ اسپین اور بغداد کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی کی ابتدا تک یورپ میں کلیسا کی تنگ نظری، ضد اور تشدد کے خلاف عوامی جذبات پیدا ہوچکے تھے۔ اس کے بعد جب یورپ نے علم وثقافت اور بحث وتحقیق کے میدان میں قدم رکھا تو عہد ماضی میں کلیسا کی زیادتیوں اور علم دشمنی کے واقعات جان کر اہل علم (سائنس دانوں اور فلسفیوں) کا ایک طبقہ مذہب اور مذہبی اقدار و روایات کا باغی ہوگیا، مذہبی پیشواؤں کو اپنا دشمن تصور کرنے لگا، مذہب اور مذہبی پیشواؤں کا احترام ختم ہوگیا، وقت کے ساتھ ساتھ معاشرہ پر ان کی گرفت کمزور ہوتی گئی اور فلسفیوں کا اثر و رسوخ بڑھتا چلا گیا، انیسویں صدی عیسوی تک فلسفیوں اور سائنس دانوں کی فکر اہل یورپ میں غالب فکر بن چکی تھی، بالآخر اہل یورپ مذہب کے بارے میں کوئی معقول رویہ اختیار کرتے، مناسب یہی سمجھا کہ اسے خیرباد کہہ دیا جائے۔ اس طرح اہل علم حصول علم میں منہمک ہوگئے، نت نئے ایجادات و انکشافات کئے، عیش و آرام کے نئے نئے وسائل دریافت کئے اور ہر طرح کے قیود و بند سے آزاد زندگی کا تصور پیش کیا، مذہبی تعلیمات اور ہدایات کو یکسر نظر انداز کردیا، علم اور بحث وتحقیق کے میدان میں استناد کا مقام حاصل کرلیا۔ اگرچہ یورپ کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی بڑے بڑے تعلیمی ادارے اور بحث وتحقیق کے مراکز ہیں، لیکن یورپ کو علم کے میدان

میں مرکزیت حاصل ہے۔

اس ترقی کے باوجود یورپ میں صلیبی جنگوں کے دوران مذہب دشمنی کی جو ذہنیت بن گئی تھی، اس میں ذرا بھی کمی نہیں آئی اور نہ یورپ میں طویل مدت سے کوئی ایسا مصلح اور مربی اخلاق پیدا ہوا جو اس تصور اور ذہنیت کی اصلاح کرتا۔

تاریک عہد میں دین بیزاری اور مذہب دشمنی کی جو ذہنیت بنی تھی آج بھی اس کے مظاہر وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہتے ہیں اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی اور ان سے نفرت وعداوت کے اظہار میں خود ارباب کلیسا پیش پیش ہیں، مختلف مذاہب اور ان کے ماننے والوں کے درمیان امتیاز کیا جارہا ہے۔

جب کلیسا نے علم پر سے پابندی ختم کی تو یورپ میں اہل علم اور محققین کی دو قسمیں ہوگئیں۔ ایک وہ جماعت جو تحقیق اور علم کے معاملہ میں غیر جانبدار واقع ہوئی، عقل ونقل دونوں سے کام لیا اور علم کے باب میں گراں قدر اضافہ کیا۔ یہی سبب ہے علم کے میدان میں اس کے سبقت لے جانے کا۔ یورپ نے علم ومعرفت کے نئے نئے گوشے تلاشے اور زندگی کے مختلف میدانوں (انفارمیشن ٹیکنالوجی، ڈاکٹری اور انجینئرنگ) میں ایسے ایسے انکشافات کئے جن سے ہر انسان مستفید ہورہا ہے اور وہ آج بھی مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

دوسری جماعت وہ ہے جس کی تمام تر علمی و تحقیقی کوششوں کا نشانہ اسلام، مسلمان اور اسلامی تاریخ ہے۔ وہ اپنی تحریروں کے ذریعہ ایسے ایسے جھوٹے انکشافات اور شکوک وشبہات پیدا کرتی ہے کہ عام ذہنیت ان کا ادراک نہیں کرسکتی، اسی مقصد سے انہوں نے گمراہ کن لٹریچر اور زہریلی تصنیفات کے انبار لگادیئے۔ جن میں اسلام کے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا تاکہ اسلام کی صحیح اور صاف ستھری تصویر بدنما اور داغدار ہوجائے۔ یہ جماعت ''مستشرقین'' کہلاتی ہے۔ عہد حاضر میں ان مستشرقین کے نقش قدم پر چلنے والے مسلم اہل قلم اور مصنفوں نے بھی ایسی کتابیں لکھیں جن کے مطالعہ سے دلوں اور ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بدظنی، نفرت اور عداوت پیدا ہورہی ہے اور یہی ان کتابوں کے لکھنے کا مقصد تھا، اسی مقصد کے پیش نظر یورپ میں جہاں علم پر پابندی تھی، اب اس کی اجازت دے دی گئی۔

اسلام کے خلاف دشمنی کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ مصر کے مشہور فاضل سید قطب شہید نے جو خود بھی مغربی نظام تعلیم کے تربیت یافتہ تھے، اس لئے کہ اس وقت مصر میں بھی یہی مغربی نظام تعلیم رائج تھا اور وہ کسی اسلامی تحریک سے وابستہ نہیں تھے، اس معاندانہ ذہنیت کا اعتراف کیا ہے۔ جب مصری حکومت نے ان کو امریکا بھیجا تاکہ وہاں کے نظام تعلیم کا جائزہ لیں تو دیکھا کہ ہر مجلس اور گفتگو میں اسلام کے خلاف باتیں ہورہی ہیں اور صرف اسلامی ملک سے تعلق کی بنا پر ان کو مذہبی اور نسلی تعصب وامتیاز کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔

یہ دور گلوبلائزیشن (Globalization) کا دور ہے، جس میں پوری دنیا ایک گاؤں کے مانند ہوگئی ہے۔ مشرق ومغرب کی دوریاں سمٹ کر نزدیک آگئی ہیں۔ اس دور میں بھی اسلام دشمنی کے مظاہر اور اسلام مخالف رجحانات پائے جاتے ہیں، سیرت نبوی، تاریخ اسلام اور اسلامی شخصیات کے خلاف کتابیں لکھی جاری ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخانہ کارٹونز شائع ہورہے ہیں، حالانکہ ان میں اہل علم اور خاص طور سے وہ لوگ جن کو مسلمانوں کے ساتھ رہنے اور اسلامی معاشرہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے جانتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مسلمان حتیٰ کہ غیر دیندار شخص بھی اپنی جان ومال سے بڑھ کر عزیز ومحترم اور قابل تعظیم سمجھتا ہے۔ شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے اس شعر سے اس بے نظیر محبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں:

فان ابی ووالدہ وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

ترجمہ: ''میرے ماں باپ اور میری عزت وآبرو سب کچھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پر قربان ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے ماں باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ'' (التوبہ:۲۴)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے باپ، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کما رکھا ہو اور وہ کاروبار جس کے ٹھپ ہوجانے کا تمہیں ڈر ہو اور وہ مکانات جو تمہیں پسند ہوں، اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو ہے، کسی زمانہ میں بھی اس محبت میں فرق نہیں آیا، آج بھی ہم اس محبت کے جلوے اور مظاہر دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کرتا ہے تو مسلمانوں کے جذبات میں ایک قسم کا اُبال آجاتا ہے اور ان کے اندر غصہ اور انتقام کی لہر دوڑ جاتی ہے، یہاں تک کہ عام مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کوئی آنچ نہ آنے پائے، اس کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے اور اس کو اپنے لئے شرف سمجھتا ہے۔

سلمان رشدی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو عالمی سطح پر مسلمانوں میں غم وغصہ پھوٹ پڑا، جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے نزدیک ملعون ومطرود ہوگیا اور اسلامی ممالک میں تو اس کے داخلہ پر بھی پابندی عائد کردی گئی اور باوجود ہندوستانی ہونے کے ہندوستان میں کئی مرتبہ اس کو آنے سے روک دیا گیا۔ اسی طرح کی حرکت بنگالی مصنفہ تسلیم نسرین نے اپنی کتاب "لجا" میں کی تھی جس کی پاداش میں وہ آج روپوشی کی زندگی گزار رہی ہے۔

آج ہر شخص ان گھناؤنی حرکتوں اور مسلمانوں کے جذبات اور ردعمل کو دیکھتا اور جانتا ہے، چنانچہ میڈیا میں ایسی گھناؤنی حرکتوں پر ردعمل آتا رہتا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی کوئی نہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرتا رہتا ہے۔

چند سال پہلے ڈنمارک (Danmark) کے "جیلینڈز پوسٹن" (Je Landis news Paper) نامی ایک اخبار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کارٹونز شائع کئے، پھر اس کے بعد ایک انتہا پسند رائٹسٹ گیرالڈ ویلڈرز (Gerald Wilders) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی کی اور آپ کا کارٹون بنا کر شائع کیا۔ اس طرح کی توہین اور بے ادبی کے واقعات نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا، یورپ کے بہت سے ملکوں میں مسلمانوں نے اس کے خلاف مظاہرے اور احتجاج کئے۔ پچھلے سال جنوری ۲۰۱۵ء میں فرانس کے ایک میگزین "چارلی ہیبڈو" (Charlie Hebdo) نے آپ کی ایک بدنما اور اہانت آمیز تصویر شائع کی، جس سے مسلمانوں کو ٹھیس پہنچی اور اس کا ردعمل ظاہر ہوا۔ اس کے بعد مئی میں امریکی ریاست ٹیکساس (Texas) کے شہر گارلینڈ (Garland) کے ایک ریسٹوران میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارٹون بنا کر نمائش کے لئے رکھا گیا تھا اور بنانے والے فنکاروں کے درمیان مسابقہ چل رہا تھا، اسی دوران چند مشتعل لوگوں نے حملہ کردیا اور کئی افراد مارے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے تعلق سے مسلمانوں کی اس والہانہ وارفتگی وتعلق اور فدایانہ جذبات سے مغرب اچھی طرح واقف ہے لیکن پھر بھی مغرب اپنی حرکت سے باز نہیں آتا اور اس کے نتیجہ میں جانی ومالی نقصان ہوتے رہتے ہیں۔

اس طرح کے واقعات اسلام دشمنی اور عناد و تعصب کی دلیل ہیں۔ بعض مغربی مفکرین نے خود اعتراف کیا ہے کہ اسلام سے مغرب کو خطرہ ہے، چنانچہ اسی وجہ سے ہم اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اس لئے کہ خلافت عثمانیہ کے دور میں مسلمان ایک عالمی طاقت اور قوت تھے، فرانس اور برطانیہ کے بڑے بڑے بادشاہ ان کے زیرنگیں تھے۔ یورپ نے اپنے سامراجی دور میں اس ذلت کا انتقام لیا اور اسلامی علوم و فنون، تہذیب وثقافت، اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور مسلمانوں کو آپس میں خانہ جنگی میں مبتلا کردیا، ایک کو دوسرے سے لڑایا، جس سے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہوگئی اور خانہ جنگی کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

انتقام کی یہ آگ بجھنے کا نام نہیں لے رہی، مسلمانوں کے خلاف زیادتیوں کا یہ سلسلہ جاری ہے، مغرب کا یہ طرز عمل کس بات کا غماز ہے؟ جہالت یا ہٹ دھرمی؟ اسلام تو ہمیشہ اپنے ماننے والوں کو دیگر مذاہب کے احترام کی تلقین کرتا ہے، قرآن کریم میں انبیاء اور صالحین کے واقعات میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید نے بہت احترام اور تعظیم کے ساتھ کیا ہے:

"إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ" (آل عمران:۵۹)

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو مٹی سے بنایا پھر فرمایا: ہوجا تو وہ ہوگئے۔"

اسی طرح سورۂ مائدہ، سورۂ صف وسورۂ مریم میں عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف وتوصیف میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔ عیسائیوں کو تو یہ چاہئے تھا کہ اسلام، قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے حسن ظن اور تعظیم کا معاملہ کرتے، لیکن کیا کیا جائے ایسے لوگوں کے لئے ہی یہ مثل مشہور ہے: "جب ضمیر ہی مردہ ہوجائے تو جو چاہو کرو۔"

بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا حسن اخلاق کا جزو ہے لیکن وہ انسان جو مذہب اور اس کے اقدار کو اپنا دشمن سمجھے تو پھر وہ آزاد ہے جو چاہے کرے۔ اسلام اور دیگر ادیان کے خلاف کی جانے والی اس طرح کی حرکتوں کے خلاف عالمی قانون بنانے کی ضرورت ہے جس میں تمام مذاہب کے عقائد و شخصیات کا احترام ضروری ہو۔ ☆☆☆

قرآن کریم کا اعجاز

ہدایت کا شاہکار

محمد فرمان ندوی

قرآن کریم ایک معجزہ:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے، وہ پوری انسانیت کے لئے ایک معجزہ ربانی ہے، سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو معجزات دیئے گئے ان میں ان کے زمانے کا لحاظ رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید بطور معجزہ کے عطا کیا گیا، کیونکہ عرب فصاحت وبلاغت کی آخری چوٹی پر تھے، اس پر ان کی شاعری دلالت کرتی ہے، قرآن مجید نے ایک ایسا کلام پیش کیا جو نہ نثر ہے، نہ شعر، بلکہ کلام کی دونوں قسموں کی خصوصیات کا حامل ہے، اس لحاظ سے وہ معجزہ ہے۔

قرآن کریم کا چیلنج:

قرآن کریم کا ظاہر بھی معجزہ ہے اور باطن بھی، ظاہر میں الفاظ، جملے، ترکیب، کلام کی ساخت اور اسلوب بلکہ حروف کا استعمال داخل ہے اور باطن میں معانی اور مفاہیم اور نکتے وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن کریم کا چیلنج ظاہر کے اعتبار سے بھی ہے اور باطن کے لحاظ سے بھی، قرآن مجید نے ظاہر کے اعتبار سے عربوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ: ''قرآن کریم جیسی کوئی کتاب لے آؤ، لیکن وہ عاجز رہے۔'' (الاسراء:۸۸) اس کے بعد دس سورتیں پیش کرنے کا مطالبہ کیا گیا لیکن وہ اس مطالبے کو بھی نہ پیش کرسکے۔ (ہود:۱۳) پھر ان سے ایک سورت ہی پیش کرنے کا تقاضا کیا گیا، لیکن اس کو بھی پورا کرنے سے بے بس رہے۔ (البقرہ:۲۳)

کفار مکہ اور قرآن کریم کا ان پر اثر:

جزیرۃ العرب کے باشندے اپنے کو عرب اور دوسروں کو عجم کہتے تھے۔ عرب کے معنی فصیح وبلیغ اور عجم کے معنی گونگے کے ہیں۔ عربوں کو اپنی زبان دانی اور فصاحت وبلاغت پر بڑا ناز تھا، ان کے مشہور شعراء میں امرؤالقیس، نابغہ ذبیانی، زہیر بن ابی سلمیٰ وغیرہ ہیں، وہ جب قرآن کریم کی آیات سنتے تو اپنے اوپر قابو نہیں پاتے اور کبھی لطف لینے کے لئے چھپ کر قرآن کریم سنتے تھے۔ ایک مرتبہ ولید بن مغیرہ نے قرآن کریم سنا تو کہا:

''ان لہ لحلاوۃ وان الہ لطلاوۃ ان اعلاء لمثمر وان اسفلہ لمغدق وانہ لیعلو ولا یعلی علیہ۔'' (سیرۃ ابن ہشام)

ترجمہ: ''قرآن کریم میں ایک عجیب حلاوت ہے اور اس میں ایک شادابی ہے، اس کی شاخیں پھل دار ہیں اور ان کی جڑیں تر وتازہ ہیں، وہ ہمیشہ بلند رہے گا، کوئی کلام اس سے اعلیٰ نہیں ہوسکتا۔''

نضر بن حارث قرآن کریم سے متاثر تھا، اس نے کہا: ''میں قرآن کریم میں غور وفکر کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ محمد بن عبداللہ نہ ساحر ہیں نہ کاہن، نہ شاعر ہیں۔ نہ مجنون، ان میں سے کوئی چیز بھی اس کلام میں نہیں ہے جس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھ کر سناتے ہیں، اس لئے: ''اے قریش کے لوگو! تم قرآن میں تدبر کرنے کی کوشش کرو۔'' (سیرۃ ابن ہشام)

قرآن مجید کی اثر آفرینی کے بارے میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ فرماتے ہیں: ''قرآن مجید کا مزاج صدیقی ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا گیا کہ نماز پڑھاؤ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلی پر کھڑے ہو جاؤ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ ابوبکرؓ کو معاف رکھا جائے کہ وہ ''رجل بکاء'' (رونے والے فرد) ہیں، جب وہ قرآن شریف پڑھنے لگتے ہیں تو پڑھ نہیں سکتے۔ ان پر گریہ غالب ہوجاتا ہے اور لوگ سن نہیں سکتے ہیں اور یہی شکایت کی تھی مشرکین قریش نے۔'' (دعوت فکر وعمل، ص:۱۸۵، ۱۸۶)

صحابہ کرامؓ کا قرآن کریم سن کر مسلمان ہونا:

صحابہ کرامؓ میں ایک بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جنہوں نے براہ راست قرآن مجید سن کر اسلام قبول کیا۔ یہ قرآن کریم کے ظاہری اعجاز اور ہدایت کا کرشمہ ہے، ذیل میں چند واقعات نقل کئے جارہے ہیں:

ا:... طفیل بن عمرو دوسی ایک ادیب وشاعر اور اپنے علاقے کے سردار تھے، کفار مکہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ڈرایا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام نہیں سنیں گے، لیکن ایک بار دل میں آیا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی معقول بات کہتے ہیں تو سننے اور ماننے میں کیا چیز مانع ہے؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرمارہے تھے اور

قرآن کریم کی جہری تلاوت بھی جاری تھی، انہوں نے اسے سنا اور متاثر ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے تو آپ کے پیچھے ہو لئے اور اپنا پورا حال بیان کیا اور مزید قرآن کریم سن کر متاثر ہوئے اور اسی لئے اسلام قبول کرلیا۔

(طبقات ابن سعد)

۲:... ثمامہ بن اثال قبیلہ بنی حنیفہ کے سردار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے، اسلامی فوج نے ایک سفر میں ان کو گرفتار کرلیا اور مدینہ لے آئی، مسجد نبوی کے ایک ستون میں انہیں باندھ دیا گیا، تین دن تک قید رہے، اس درمیان قرآن کریم کی تلاوت سنتے رہے اور صحابہ کرام کا حسن سلوک بھی دیکھتے رہے، تیسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑنے کی اجازت دی، فوراً قریب کے باغ میں جاکر غسل کیا اور آکر کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہوگئے۔ (متفق علیہ)

۳:... حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ سن رکھا تھا کہ مکہ میں ایک شخص موجود ہے، وہ حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، انہوں نے اپنے بھائی کو صورت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا لیکن انہوں نے کوئی تشفی بخش بات نہیں بتائی۔ چنانچہ خود سفر کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ لے کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے، طبقات ابن سعد میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت کی درخواست کی، آپ نے تلاوت فرمائی۔ اس سے متاثر ہوکر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

۴:... حضرت عمر بن خطابؓ کے قبول اسلام کا واقعہ مشہور ہے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے لیکن راستے میں نعیم بن عبداللہ ملے انہوں نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کردوں گا۔ انہوں نے کہا کہ پہلے اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید کی خبر لو، سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے (قصہ طویل ہے)۔ خلاصہ یہ کہ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات سنیں اور چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا کہ کیا ہی اچھا کلام ہے، حضرت خباب بن الارتؓ یہ جملہ سن کر کوٹھری سے نکلے جو حضرت عمرؓ کی بہن وبہنوئی کے معلم خاص تھے، حضرت عمرؓ کی آہٹ سن کر چھپ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو، پھر حضرت عمرؓ دار ارقم کی طرف گئے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا اور وہاں جاکر اسلام کا کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہوگئے۔

حضرت عمرؓ کے الفاظ ہیں: "فلما سمعت القرآن رق له قلبی فبکیت ودخلنی الاسلام" اور قرآن کریم سن کر فوراً کہا: "ما احسن ھذا الکلام واکرمه۔"

اعجاز قرآن کریم کی جہات اور ان کی معنویت:

قرآن کریم کے اعجاز کی متنوع صورتیں ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اعجاز قرآن کی چار جہات کا تذکرہ کیا ہے: (۱) انوکھا معجزانہ اسلوب، (۲) سابقہ کتابوں کے بارے میں اطلاعات، (۳) آنے والے حالات کے بارے میں پیشینگوئیاں، (۴) تشریع قرآنی کا اعجاز۔ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، باب: سوم)

مشہور نومسلم محمد اسد کی زندگی قرآن مجید کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوئی اور وہ اسلام کے دائرہ میں آگئے۔ ان کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو ان کے اسلام کی طرف آنے کا سبب بنا۔ وہ ستمبر ۱۹۲۹ء میں برلن میں ٹرین سے سفر کررہے تھے، سامنے والی سیٹ پر ایک جوڑے کو دیکھا، ظاہر میں بہت خوش حال، لیکن اس خوشحالی میں اداسی کی کیفیت نمایاں تھی اور بے چینی اور غیر اطمینانی کیفیت ان کے چہرے پر ہویدا تھی۔ اگر مسکرا بھی رہے ہیں تو پھیکی مسکراہٹ ہوتی ہے۔ محمد اسد کہتے ہیں:

"درحقیقت یہ ایک عجیب بات تھی ایک جگہ پر اتنے بہت سے غم زدہ چہروں کو دیکھنے کا اتفاق مجھے اس

مدارس کے فضلاء اپنے صلاحیتیں فتنہ قادیانیت سے امت مسلمہ کے ایمان کو بچانے کے لئے وقف کردیں: مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

کراچی (پ ر) جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم وشیخ الحدیث اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ نے کہا ہے کہ قادیانیت اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے ہر قسم کے وسائل بروئے کار لائے جائیں۔ مدارس کے فضلاء اپنے صلاحیتیں اس فتنہ سے امت مسلمہ کے ایمان کو بچانے کے لئے وقف کردیں۔ آپ نے ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ اس وفد میں امیر مجلس کراچی مولانا محمد اعجاز مصطفی، مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد، مبلغ ختم نبوت رحیم یار خان مفتی محمد راشد مدنی، محمد انور رانا اور مولانا محمد قاسم شامل تھے۔ وفد نے مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے ناظم تعلیمات مولانا امداد اللہ کی خدمت میں ۳؍مارچ بروز جمعرات باب رحمت مسجد پرانی نمائش میں ہونے والے کل کراچی بین المدارس تقریری مقابلہ جات کا دعوت نامہ بھی پیش کیا۔ بعدازاں اس وفد نے بنوری آرکیڈ میں محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صاحبزادی مرحومہ کے صاحبزادگان سے اظہار تعزیت اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۸؍فروری ۲۰۱۶ء)

سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، جب میں گھر واپس آیا تو اتفاقاً میری نظر میز پر پڑی۔ اس پر قرآن کریم کا ایک نسخہ رکھا ہوا تھا جو میرے مطالعہ میں رہتا تھا، میں اس کو بند کرکے کسی دوسری جگہ رکھنا ہی چاہتا تھا کہ غیر شعوری طور پر اچانک میری نگاہ کھلے ہوئے صفحے پر پڑ گئی اس میں آیت لکھی ہوئی تھی:

”اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ○ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○“ (التکاثر:۱تا۸)

ترجمہ: ”غفلت میں رکھا تم کو بہتات کی حرص نے، جب تک جا دیکھیں قبریں، کوئی نہیں! جان لوگے، پھر کوئی نہیں! آگے جان لوگے، کوئی نہیں! اگر تم جانو یقین کرکے، بے شک تم کو دیکھنا ہے اس کو یقین کی آنکھ سے، پھر پوچھیں گے تم سے اس دن آرام کی حقیقت۔“

میں ایک لمحہ کے لئے گم سا ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ کتاب میرے ہاتھ میں جنبش میں تھی۔ پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا: دیکھو! سنو کیا یہ اس کا جواب نہیں ہے، جو رات کو ہم نے ریل میں دیکھا تھا؟ ہاں وہ ایسا قطعی جواب تھا کہ سارے شکوک و شبہات ایک دم سے ختم ہوگئے، اب میں نے یقینی طور سے سمجھ لیا کہ یہ کتاب جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، خدا ہی کی نازل کی ہوئی ہے۔ (طوفان سے ساحل تک ص:۱۵۹، ۱۶۰)

ہر ذی شعور شخص کے مشاہدہ میں یہ بات آسکتی ہے کہ کسی سادہ لوح، عربی سے ناواقف شخص کے سامنے بھی اگر قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس پر اس کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے، وہ اپنے اندر خاص

کبھی جا کے لُوٹوں بہارِ مدینہ

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

الٰہی دکھا دے بہارِ مدینہ
کہ دل ہے بہت بے قرارِ مدینہ

یہ دل ہو اور انوار کی بارشیں ہوں
یہ آنکھیں ہوں اور جلوہ زارِ مدینہ

وہاں کی ہے تکلیف راحت سے بڑھ کر
مجھے گل سے بڑھ کر ہے خارِ مدینہ

کبھی گرد کعبہ کے ہوں میں تصدق
کبھی جا کے ہوں میں نثارِ مدینہ

کبھی لطف مکہ کا حاصل کروں میں
کبھی جا کے لُوٹوں بہارِ مدینہ

پہنچ کر نہ ہو لوٹنا پھر وہاں سے
وہیں رہ کے ہوں جاں سپارِ مدینہ

بصد عیش سوؤں میں تا صبح محشر
جو ہو میرا مرقد کنارِ مدینہ

میں پسماندہ کیوں نہ حسرت سے دیکھوں
سوئے عازمانِ دیارِ مدینہ

وہاں جلوہ فرما حیات النبی ہیں
زہے زائرینِ مزارِ مدینہ

نمک بر جراحت ہے اُف ذکرِ طیبہ
کہ ہوں آہ میں دل فگارِ مدینہ

میں جاؤں وہاں نیک اعمال لے کر
کہ یارب نہ ہوں شرمسارِ مدینہ

الٰہی بصد شوق مجذوبؒ پہنچے
نہ ناکام ہو کامگارِ مدینہ

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

کیف و لذت محسوس کرتا ہے۔ نغمہ میں کیا تاثیر ہوگی جو قرآن کریم کے جملوں کی ساخت میں ہے، کیونکہ یہ ترتیب قرآنی فطرت انسانی کے مطابق اور اس سے ہم آہنگ ہے اور یہی تاثیر صراط مستقیم پر گامزن رہنے اور احکام الٰہی بجالانے میں معاون ہے۔

غرض قرآن کریم ایسی لازوال کتاب ہے جس کے ہر پہلو میں ہدایت و راہنمائی موجود ہے، وہ ہدایت نامہ ہے ان لوگوں کے لئے جو خوف خدا کے جذبہ سے سرشار ہیں اور جو اس سے اعراض کرتے ہیں ان کے خلاف قیامت کے دن گواہی دے گا۔

شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے کہا تھا:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

لہٰذا جس قدر قرآن مجید سے ہمارا رابطہ مستحکم ہوگا اسی قدر ہمارا دامن مراد رحمتوں اور برکتوں کا گنجینہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خاص سے نوازیں۔ آمین۔

☆☆......☆☆

بڑی باجی!

(صاحبزادی حضرت بنوری رحمہ اللہ)

مولانا محمد شفیع چترالی

محدث العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی صاحب زادی اور امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ جو بنوری خاندان میں "بڑی باجی" کے پُر وقار لقب سے یاد کی جاتی تھیں، گزشتہ ہفتے خلد آشیانی ہوگئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحومہ کی عظمت شان اور علو مقام کے بیان کے لئے یہ حوالہ بھی کچھ کم نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ایک بڑے محدث (حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ) کی لخت جگر اور دوسرے بڑے محدث (حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری رحمہ اللہ) کی بہو تھیں، مگر ان سیدزادی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات میں بھی ایسے اوصاف وکمالات سے نوازا تھا کہ اُن کا وجود نہ صرف بنوری خاندان کے لئے بلکہ دُنیا بھر میں موجود حضرت بنوریؒ اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ کے متوسلین و متعلقین کے لئے تسکین رُوح و جاں کا ایک ذریعہ تھا۔ ایک عظیم باپ کی بیٹی، ایک عظیم سسر کی بہو اور ایک عظیم شوہر کی اہلیہ ہونے کی نسبت کی آپ نے پوری زندگی کچھ ایسی لاج رکھی کہ آج آپ کی رحلت پر ایک جہاں کو رنجیدہ و افسردہ پایا۔ کہا جاتا ہے کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسلام میں مرد اور عورت کے معاشرتی کردار کی مثال پھول اور خوش بو کی ہے۔ مرد اگر پھول ہے تو اس کی خوش بو عورت سے ہے۔ خوش بو دیکھنے میں تو نہیں آتی لیکن اس کے بغیر پھول کا تصور نامکمل ہے۔ اسی طرح مسلم معاشرے کی تعمیر، تعلیم وتربیت اور تہذیب اخلاق میں جہاں مرد مصلحین، علماء اور بزرگانِ دین کا کردار نمایاں ہوتا ہے، وہیں اُن ماؤوں، بہنوں، بیویوں اور بیٹیوں کا کردار بھی کچھ کم نہیں ہے جو پس منظر میں رہ کر عظیم ہستیوں کی شخصیت کو بناتی، سنوارتی اور قابل رشک بنادیتی ہیں۔

بڑی باجی کی پیدائش جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (انڈیا) میں اُس وقت ہوئی تھی جب حضرت بنوری رحمہ اللہ وہاں مدرّس تھے۔ یہ ہندوستان کی تقسیم کے زمانے کے پُر آشوب حالات کا دور تھا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ اپنے اُستاذ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی خواہش اور حکم پر پاکستان میں اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت کے لئے تشریف لائے تو یہاں ایک نئے عظیم ادارے کی تشکیل کے مراحل میں اُنہیں کئی مشکلات کا سامنا رہا، جن سے اُن کا خاندان بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کے باوجود حضرت رحمہ اللہ نے اپنی صلبی اولاد کو بھی رُوحانی اولاد کی طرح اخلاص، توکل، صبر واستقامت اور مشکلات کا ہمت سے مقابلہ کرنے کی تربیت دی۔ بڑی باجی میں اس تربیت کا پرتو بہت نمایاں تھا۔ بڑی باجی کی دوہری خوش نصیبی تھی کہ اُن کی نسبت وقت کے بڑے ولی و محدث حضرت مولانا عبدالرحمن کامل پوری رحمہ اللہ کے قابل ولائق فرزند مفتی احمد الرحمن صاحبؒ سے طے پائی جو خود بھی ایک جامع کمالات شخصیت تھے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں ہی اُنہیں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور اُنہوں نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد اُس جانشینی کا حق اس خوب صورتی کے ساتھ ادا کیا کہ دُنیا اش اش کرتی رہ گئی۔ اس میں جہاں مفتی احمد الرحمن رحمہ اللہ کی اپنی شخصیت کا سحر کارفرما تھا، وہاں پس منظر میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کی صاحب زادی کا بھرپور تعاون اور مدد ومعاونت بھی ایک اہم عنصر تھا۔ اُنہیں اپنے عظیم والد حضرت بنوری رحمہ اللہ کے مشن اور ادارے سے وَالہانہ لگاؤ تھا اور اس ادارے کی کامیابی کے لئے اُنہوں نے مفتی صاحب رحمہ اللہ کو مکمل سپورٹ فراہم کی۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے بے مثال شانِ محبوبیت عطا کی تھی۔ لوگ اُن پر اتنا اعتماد کرتے کہ خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے اُن کے سامنے رُقوم کے ڈھیر لگادیتے۔ اُس زمانے میں کراچی میں دینی اداروں اور تنظیموں کو کسی بھی دینی سرگرمی کے لئے رَقم کی ضرورت پیش آجاتی تو اُن کی نگاہ سب سے پہلے مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اُٹھتی، اس کے علاوہ غریب مدارس، علماء اور مستحقین کی ایک بڑی تعداد تھی جن کے ساتھ مفتی صاحبؒ براہِ راست تعاون کیا کرتے تھے، مگر اس کے باوجود ۱۹۹۱ء میں جب مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اچانک داعیٔ اجل کو لبیک کہا تو اُن کا ذاتی اثاثہ اتنا بھی نہیں تھا کہ گھر کا ایک ہفتے کا خرچہ ہی پورا ہوسکتا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ذاتی مکان بنایا تھا نہ اپنے بچوں کے لئے کوئی انتظام کیا تھا، جب کہ مفتی صاحبؒ کے بچے اُس وقت زیرِ تعلیم تھے۔ ان سخت اور مشکل حالات میں بڑی باجی نے جس ہمت، حوصلے اور صبر واستقامت کے ساتھ خاندان کو سنبھالا اور مفتی صاحب رحمہ اللہ کے بہت سے صدقاتِ جاریہ کو باقی رکھا، یہ سنہری اَلفاظ میں لکھے جانے کے لائق ہے۔

بڑی باجی نے مفتی صاحب رحمہ اللہ کی طرح متعدد دینی

اِداروں بالخصوص خواتین اور بچیوں کے مدارس کی سرپرستی کی۔ بنات کے مدارس کی تقریبات میں بچیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے تشریف لے جایا کرتیں۔ بڑی باجی کی شخصیت ایک شجرِ سایہ دار کی طرح تھی، وہ زہد وتقویٰ، للّٰہیت واخلاص اور خلقِ خدا کے ساتھ ہمدردی اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے فکرمندی میں اَپنے عظیم باپ اور عظیم شوہر کی صفات کا عکسِ جمیل تھیں۔

راقم کی خوش نصیبی رہی کہ مجھے بڑی باجی کی مادرانہ شفقت میسر رہی۔ صاحب زادہ مولانا عزیز الرحمن رحمانی صاحب کے مختصر دورِ تدریس کے دوران مجھے اُن سے تلمذ کا شرف حاصل رہا اور مولانا طلحہ رحمانی سے برادرانہ تعلق رہا، اس نسبت سے بڑی باجی بہت شفقت فرمایا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ فون پر فرمایا کہ میں آپ کے لئے بہت دُعائیں کرتی ہوں۔ وہ روزنامہ ''اسلام'' کی باقاعدہ قاریہ ہی نہیں تھیں، بلکہ بہت دفعہ اخبار میں چھپنے والے مواد سے متعلق اصلاح اور رہنمائی بھی فرمایا کرتی تھیں۔ ''اسلام'' سے اُن کے لگاؤ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ چند ماہ کے لئے برطانیہ کے سفر پر تشریف لے جارہی تھیں تو وہاں اخبار کی ترسیل کے لئے انتظام کرواکر گئیں۔ ''اسلام'' میں حضرت بنوری رحمہ اللہ یا جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے متعلق کوئی مواد چھپتا تو اہتمام سے اخبار کے نسخے منگواکر متعلقین میں تقسیم کرواتیں۔ وفات سے ایک ہفتہ قبل بڑی باجی نے فون کرکے توجہ دلائی کہ فلاں بڑے عالم کا انتقال ہوگیا اور ''اسلام'' میں خبر نہیں چھپی، فرمایا کہ خبر چھپنے سے لوگ مرحومین کے لئے دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔ گزشتہ اتوار کو بڑی باجی کی وفات کی اطلاع ملی تو راقم کو خیال آیا کہ اُن کا وہ فون گویا اُن کی اپنی رحلت کا پیشگی ''الارم'' تھا۔ چناں چہ روزنامہ اسلام نے بھی ان سے تعلق کا حق ادا کیا اور تین روز تک ان کی وفات، جنازہ اور تعزیت سے متعلق خبریں شائع ہوتی رہیں، لیجئے آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

''علامہ سید محمد یوسف بنوری کی صاحب زادی اور مفتی احمد الرحمن کی اہلیہ اتوار کی شام کراچی میں انتقال کرگئیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ طویل عرصے سے بسترِ علالت پر تھیں، مرحومہ نے ۴ بیٹے اور ۵ بیٹیوں کو سوگوار چھوڑا ہے، مرحومہ نے دینی تعلیم وتربیت اپنے والد علامہ سید محمد یوسف بنوری سے حاصل کی تھی۔ وہ انتہائی عابدہ زاہدہ اور دینی غیرت سے سرشار خاتون تھیں۔ اپنے عظیم والد محترم کی شفقت بھری زندگی میں نشوونما پائی۔ بعد ازاں مفتی احمد الرحمن سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں اور عمر بھر تحریکی سرگرمیوں میں ان کی رفیق رہیں۔ مفتی احمد الرحمن کے انتقال کے بعد بیوگی کا طویل زمانہ بڑی جرأت واستقامت کے ساتھ گزارا اور کمسن اولاد کی مثالی انداز میں تربیت وپرورش کی۔

مرحومہ کی وفات پر جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمن، ڈپٹی چیئرمین سینیٹ مولانا عبدالغفور حیدری، دارالعلوم زکریا ساؤتھ افریقہ کے مہتمم مولانا شبیر احمد سالوجی، شیخ الحدیث مولانا مفتی رضاء الحق، مولانا ابراہیم بھام، مولانا صوفی ابراہیم سلیمان، مولانا سلیم کریم، جمعیت علمائے برطانیہ کے امیر مفتی محمد اسلم، مولانا اسمٰعیل رشیدی، انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی لندن کے نائب امیر مولانا سہیل باوا، مکہ مکرمہ سے پیرِ طریقت انجینئر عبدالمنان، بھارت سے جمعیت علمائے ہند کے امیر مولانا سید ارشد مدنی، مولانا سید اسجد مدنی، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے ناظم مولانا سید نجم الحسن تھانوی، مدینہ منورہ سے مولانا اخلد مدنی، مولانا قدرت اللہ، جدہ سے مولانا رشید احمد، مکہ مکرمہ سے مولانا سیف الرحمن، ڈاکٹر سعید عنایت اللہ، مولانا زاہد الراشدی، مولانا فداء الرحمن درخواستی، ڈاکٹر عبدالسلام (ایبٹ آباد)، مولانا عبدالشکور (کوئٹہ)، مولانا اقبال اللہ (کراچی)، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی، مولانا صاحب زادہ خواجہ عزیز احمد، مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، اقراء روضۃ الاطفال کے مفتی مزمل حسین کپاڈیا، مفتی خالد محمود، مولانا قاری فیض اللہ چترالی، جامعہ بنوریہ عالمیہ سائٹ ایریا کراچی کے مولانا مفتی محمد نعیم، مولانا ڈاکٹر قاسم محمود، جمعیت علمائے اسلام کے مولانا عبدالکریم عابد، مولانا ڈاکٹر نصیر الدین سواتی، مولانا عمر صادق، محمد فاروق قریشی، مولانا قطب الدین عابد، جماعت اسلامی کے اسد اللہ بھٹو، ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، حافظ نعیم الرحمن، مجاہد چنا، وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر برائے مذہبی اُمور عبدالقیوم سومرو ودیگر نے جامعہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مرحومہ کی اولاد صاحب زادہ مولانا عزیز الرحمن رحمانی، مولانا طلحہ رحمانی، مفتی حذیفہ رحمانی، مولانا اُسامہ رحمانی، صاحب زادہ مولانا سید سلیمان بنوری، صاحب زادہ مولانا سید احمد یوسف بنوری، صاحب زادہ خالد احمد بنوری اور بنوری خاندان سے تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے مرحومہ کے لئے کامل مغفرت کی دعا اور پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی دعا کی ہے۔

دریں اثناء مرحومہ کی نماز جنازہ جامعہ بنوری ٹاؤن میں پیر کے دن بعد ظہر ادا کی گئی، نماز جنازہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر مولانا سلیم اللہ خان نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مولانا محمد اسفندیار خان، مولانا محمد زرولی خان، مفتی محمد نعیم، مولانا مفتی محمد، مولانا محمد انور بدخشانی، مولانا فضل محمد یوسف زئی، مولانا امداد اللہ یوسف زئی، مولانا سید سلیمان بنوری، صاحب زادہ خالد احمد بنوری، ڈاکٹر عامر طاسین، مفتی مزمل حسین کپاڈیا، مفتی خالد محمود، مولانا قاری فیض اللہ چترالی،

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد، محمد انور رانا، منظور احمد میو ایڈووکیٹ، محمد وسیم غزالی سمیت ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام، طلبائے کرام اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ بعدازاں مرحومہ کو ذالمیا کے قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔

علاوہ ازیں جمعہ کے روز جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی امیر مولانا فضل الرحمن، ڈپٹی چیئرمین سینیٹ مولانا عبدالغفور حیدری نے جامعہ بنوری ٹاؤن آکر صاحب زادہ مولانا سید سلیمان بنوری، صاحب زادہ مولانا عزیز الرحمن رحمانی، مولانا طلحہ رحمانی، مفتی حذیفہ رحمانی، مولانا اُسامہ رحمانی اور صاحب زادہ خالد احمد بنوری سے اظہار تعزیت کیا اور کہا کہ مرحومہ عظیم باپ کی عظیم بیٹی اور عظیم شوہر کی اہلیہ تھیں۔

جامعہ بنوریہ عالمیہ کے رئیس وشیخ الحدیث مولانا مفتی محمد نعیم نے کہا کہ مرحومہ عظیم ماں اور بیٹی تھیں، جن کے والد اور شوہر نے عالم اسلام کے لئے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، اس پُرملال سانحہ پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے مفتی محمد نعیم نے مزید کہا ہے کہ ان کی دعاؤں اور سرپرستی سے ہم آج محروم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مرحومہ کے انتقال پر تعزیت کے لئے آنے والے اور دنیا بھر سے ٹیلی فون پر تعزیت کرنے والے علماء، دینی وسیاسی راہنماؤں اور علامہ بنوری ومفتی احمد الرحمن کے متعلقین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے صاحب زادہ مولانا سید سلیمان بنوری، صاحب زادہ مولانا سید احمد یوسف بنوری، صاحب زادہ خالد احمد بنوری، صاحب زادہ مولانا عزیز الرحمن رحمانی، مولانا طلحہ رحمانی، مفتی حذیفہ رحمانی اور مولانا اُسامہ رحمانی نے کہا کہ دُکھ کے اس لمحے میں تمام محبین کے اظہار ہمدردی نے بنوری خاندان کو بڑا حوصلہ دیا ہے اور اس سے اس بات کا بھی اظہار ہوا ہے کہ علامہ بنوری اور مفتی احمد الرحمن کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کی بے پناہ عقیدت ومحبت کا رشتہ آج بھی اسی طرح مضبوط ہے جس طرح ان کی زندگی میں تھا۔“

(روزنامہ اسلام ۲۲ رتا ۲۷ ر فروری ۲۰۱۶ء)

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی کامل مغفرت فرمائیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین۔ ☆☆

تحفظ ختم نبوت کانفرنس، سکھر

سکھر (عبداللطیف اشرفی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے زیر انتظام تحفظ ختم نبوت کانفرنس ۱۳ر فروری بروز اتوار بعد نماز عشاء سکھر کی مرکزی جامع مسجد میں منعقد ہوئی، ہر سال کی طرح امسال بھی جامع مسجد کو ختم نبوت کے بینروں کے ذریعہ سجایا گیا، اس سال موسم سرد ہونے کی وجہ سے کانفرنس کا انعقاد بجائے صحن کے مسجد کے وسیع وعریض ہال میں ہوا، جس کا حسن قابل دید تھا۔ نماز عشاء کے بعد مولانا قاری خلیل احمد بندھانی کے پوتے قاری عمر خلیل نے تلاوت کی اور نعت رسول مقبول کی سعادت اللہ بخش اور محمد راشد منگی نے حاصل کی۔ بعدازاں مولانا محمد امین چنہ نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت گھوٹکی، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا عبدالمجیب قریشی سجادہ نشین درگاہ بیر شریف، مولانا قاضی احسان احمد مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مولانا سعید یوسف پلندری امیر جمعیت علماء اسلام آزاد کشمیر اور مولانا راشد محمود سومرو جنرل سیکریٹری جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ نے بیانات کئے۔ حافظ زین العابدین جلالی نے اپنے مخصوص انداز میں نعتیں اور نظمیں پیش کیں۔ کانفرنس کی صدارت مولانا عبدالقیوم ہالیجوی نے فرمائی اور نقابت کے فرائض مولانا قاری جمیل احمد، مولانا محمد حسین ناصر مبلغ ختم نبوت سکھر اور راقم الحروف نے سرانجام دیئے۔ اسٹیج پر مولانا غلام اللہ ہالیجوی، مولانا مفتی محمد شفیع انڈھڑ، مولانا الٰہی بخش، مولانا مفتی قمر الدین، مفتی عبدالغفار رجانی، مولانا تجمل حسین مبلغ ختم نبوت نوابشاہ، مولانا سعود افضل ہالیجوی اور مولانا محمد صالح موجود رہے۔ کانفرنس کا منظر بہت پُرکیف اور پُرجوش تھا جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر کے امیر آغا سید محمود شاہ علالت اور نقاہت کے باوجود وہیل چیئر پر تشریف لائے اور کانفرنس کے اختتام تک تشریف فرما رہے جو آپ کی ختم نبوت سے وابستگی ومحبت کی علامت ہے۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کو آخری کتاب ماننا اور اس کو بقیہ کتب سے افضل ماننا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی صفات اور خوبیاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھ دی ہیں۔ ختم نبوت کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کو کیسی فراست عطا فرمائی تھی کہ انہوں نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں ان کے ہاتھ پر تحفظ ختم نبوت کے لئے بیعت کرتا ہوں۔ قادیانیت بہت بڑا فتنہ ہے جس کی مسلمانوں نے اپنی جان، مال اور وقت قربان کرکے سرکوبی کی۔ مولانا عبدالمجیب قریشی نے اپنے بیان میں کہا کہ کعب بن اشرف، ابو رافع، اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے شانِ رسالت میں گستاخی کی تو ان کا قلع قمع کیا گیا، ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کانفرنس کے توسط سے ہم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا بھرپور ساتھ دیں اور ان کے شانہ بشانہ چلیں۔ مولانا سعید یوسف نے کہا کہ میں سکھر میں پہلی بار آیا ہوں اور صرف اس وجہ سے کہ دعوت دینے والوں نے ناموس رسالت کے لئے بلایا ہے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے اکلوتے بیمار بیٹے کو گھر پر چھوڑ دیا اور پھر وفات کی اطلاع پر فرمایا: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور ناموس رسالت کا تحفظ فرض عین ہے، پھر قادیانیوں کا قلع قمع کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اس مشن اور فرض کو لے کر شہر شہر قریہ قریہ بستی بستی گھوم رہی ہے۔ مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور قادیانی پیغمبر اسلام، صحابہ کرامؓ، امہات المؤمنین اور دین اسلام کے مخالف ہیں، یہی پیغام مجلس ہر جگہ پہنچا رہی ہے اور پہنچانا چاہتی ہے اور قادیانی مصنوعات خصوصاً شیزان کے بائیکاٹ کا پیغام دیا۔ علامہ راشد خالد محمود سومرو جو حال ہی میں عمرہ کی سعادت حاصل کرکے آئے ہیں، انہوں نے مجلس کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا اور حرمین شریفین کے مختلف مقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے محبت رسول سے حاضرین وسامعین کو سرشار کیا۔

تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں حاضری

حافظ محمد ادریس (مرکزی نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان)

گزشتہ صدی کی چوتھی دہائی میں جماعت اسلامی کے مؤسس جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم نے میوات کے علاقے میں تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی رفاقت میں ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں کئی دن گزارے۔ اس عرصے میں انہوں نے مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی فکر سے آشنائی حاصل کی۔ مولانا محمد الیاس صاحبؒ عام مسلمانوں کی تربیت کرکے انہیں حقیقی مسلمان بنانے کی کاوش میں مصروف تھے۔

جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی مرحوم، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی شخصیت اور فکر سے بہت متاثر ہوئے۔ واپسی پر انہوں نے اس مفید کام کے بارے میں اپنے "ماہنامہ ترجمان القرآن" اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون لکھا، جس کا عنوان تھا "ایک اہم دینی تحریک"۔ میں کئی مرتبہ اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو مولانا مودودیؒ کا لکھا ہوا مضمون ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر ان دو عظیم شخصیات کو کچھ مزید عرصے کے لئے ایک دوسرے کی رفاقت حاصل ہو جاتی تو آج وطن عزیز میں یہ دو اسلامی قوتیں ایک دوسرے کی ممد و معاون بن کر کفری سازشوں اور لادینی قوتوں کی یلغار کو شکست دے چکی ہوتیں۔

بہرحال اللہ کی اپنی مشیت ہوتی ہے کہ بوجوہ وہ پیش رفت نہ ہوسکی جو یقیناً ان دونوں عظیم رہنماؤں کی سوچ کی عکاسی تھی۔ ۸ فروری ۲۰۱۶ء بروز پیر مجھے ایک مرتبہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ جانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس سے قبل کئی بار محترم جناب قاضی حسین احمد صاحب مرحوم، مولانا فتح محمد صاحبؒ اور دیگر بزرگان کے ساتھ وقتاً فوقتاً یہاں حاضری ہوتی رہی ہے، ان تمام مواقع پر تبلیغی جماعت کے اکابر و احباب ہمیں بڑے اعزاز کے ساتھ خواص کے کیمپ میں بٹھاتے اور ہر طرح کی دل جوئی فرماتے تھے۔

اس مرتبہ موجودہ امیر جماعت اسلامی پاکستان محترم جناب سراج الحق صاحب نے تبلیغی مرکز رائے ونڈ جانے کے لئے تبلیغی جماعت کے ذمہ داران سے رابطہ کیا۔ ان اللہ والوں نے بڑی خوشی کے ساتھ امیر جماعت کی اس فرمائش پر خود دعوت پیش کی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب چاہیں تشریف لائیں۔ میں گزشتہ چند دنوں سے مختلف شہروں کے سفر پر تھا۔ اسلام آباد میں تھا جب محترم امیر جماعت کا پیغام ملا کہ ۸ فروری کو صبح تبلیغی مرکز رائے ونڈ جانا ہے۔ میں ۷ فروری کو اسلام آباد اور سرگودھا کے پروگراموں سے فارغ ہو کر رات منصورہ پہنچ گیا۔ اگلے دن حسب پروگرام ہم ۸ ساتھی امیر جماعت کی معیت میں منصورہ سے رائے ونڈ کے لئے روانہ ہوئے۔

ہمارے دوست پیر سید لطیف الرحمٰن صاحب جو رکن جماعت ہیں اور ہمارے شعبہ تربیت میں نائب ناظم بھی، اس دورہ کے رابطہ کار تھے۔ جب ہم طے شدہ وقت پر اپنی منزل پر پہنچے تو سید لطیف الرحمٰن صاحب پہلے سے ہمارے منتظر تھے۔ تبلیغی مرکز کے اندر پہنچ کر ہم گاڑیوں سے اُترے تو تبلیغی مرکز کے اہم رکن، عالم دین، مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے استاذ حدیث اور محترم جناب حاجی محمد عبدالوہاب صاحب کے معاون خصوصی برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد فہیم صاحب نے اپنے احباب کے ساتھ ہمارا استقبال کیا۔

اس استقبال میں اخوت کی ایسی شیرینی تھی، جس کی حسین یادیں اب تک دل میں تر و تازہ ہیں۔ ہمیں مرکزی دروازے سے ہمارے میزبان ایک فرشی نشست گاہ میں لے گئے جہاں نظافت اور روحانیت کا حسین امتزاج نظر آیا۔ مولانا فہیم صاحب نے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں کا مختصر مگر جامع تعارف کروایا۔ پھر میزبانوں نے خشک میوہ جات سے مہمانوں کی تواضع کی۔ ہم سب کی خواہش تھی کہ ہم امیر تبلیغی جماعت، گرامی قدر جناب حاجی محمد عبدالوہاب صاحب سے ملاقات کریں۔

مولانا محمد فہیم صاحب نے بتایا کہ حاجی صاحب سے ملاقات شیڈول میں طے ہے، بس تھوڑی دیر تک ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے بتایا کہ حاجی صاحب کی صحت خاصی کمزور ہے اور بولنے میں بھی دقت ہوتی ہے۔ میں چونکہ دن رات ان کے ساتھ رہتا ہوں، اس لئے مجھے ان کی بات سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا کہ حاجی صاحب اس کمزور صحت اور پیرانہ سالی کے باوجود ہر روز کم وبیش دو مرتبہ مسجد میں تذکیر فرماتے ہیں۔ حاجی صاحب کی عمر ۹۵ سال ہے۔ سانس لینے میں بھی دقت پیش آتی ہے۔ ہمیں رات کو آکسیجن بھی لگانا پڑتی ہے۔ مولانا فہیم صاحب یہ کیفیت بیان کر رہے تھے اور ہم سب یہ سوچ رہے تھے کہ حاجی صاحب واقعی صاحب عزیمت انسان ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین متعین کرنے کے بعد اس کے حصول کے لئے حق ادا کر دیا ہے۔ تھوڑی دیر میں ہم حاجی صاحب کے کمرے میں حاضر ہوئے۔

جیسا کہ اُوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ مولانا محمد فہیم صاحب نے ہمیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آج کل کمزوری کی وجہ سے حاجی صاحب سے ہاتھ وغیرہ ملانے پر پابندی ہے۔ امیر جماعت سراج الحق بھائی نے کہا کہ ہم زبان سے سلام کہیں گے، محترم حاجی صاحب کی زیارت کریں گے اور ان کی زبان سے جو بھی نصیحت سننے کی سعادت حاصل ہوئی اسے اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔ جب ہم حاجی صاحب کی خواب گاہ میں ان کے بستر کے قریب پہنچے تو خود انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بڑی محبت سے آگے بڑھایا اور امیر جماعت جناب سراج الحق صاحب کے بعد ہم سب سے بھی فرداً فرداً مصافحہ فرمایا۔

اس موقع پر کمزوری اور بڑھاپے کے باوجود ان کے چہرے پر مکمل طمانیت اور رونق تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے، ہر ایک سے اُمیدیں توڑ کر ایک اللہ سے اُمید باندھنی چاہیے۔ اللہ کے دین کا کام کرنا فرض بھی ہے اور خوش نصیبی بھی۔ دنیا کے سارے کام وہ خود کر دیتا ہے، جب بندہ اس کے کام میں لگ جائے۔ اگرچہ ہمیں عمومی طور پر حاجی صاحب کی بات کی سمجھ آرہی تھی مگر بعض الفاظ ٹھیک طرح سے سنائی نہیں دیتے تھے۔ اس لئے ان کے ہر دو فقروں کے بعد مولانا فہیم صاحب ترجمانی کرتے اور اس دوران حاجی صاحب سکوت فرماتے۔

حاجی صاحب کے علاوہ مرکز میں ہماری ملاقات محترم بزرگان، شیخ الحدیث مولانا نذر الرحمن صاحب، جناب مولانا محمد احسان الحق صاحب، مولانا عبدالرحمن صاحب اور دیگر کئی قائدین سے بھی ہوئی۔ مرکز کی عمارتیں کئی ایکڑ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ بہت بڑی جامع مسجد، مدرسہ عربیہ، قیام گاہیں، خواتین مرکز اور اجتماع کے لئے کئی ہال تعمیر کیے گئے ہیں۔ ساتھ غسل اور وضو کا بھی اہتمام ہے۔ بہت بڑا مطبخ اور مطعم بھی ہے۔ کئی زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لئے مترجم اور ہیڈ فونز بھی دستیاب ہوتے ہیں۔

ہر براعظم سے تعلق رکھنے والے طالب علم مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں زیر تعلیم ہیں۔ ہر روز جماعتوں کی تشکیل ہوتی ہے اور ہر روز اپنا مقررہ وقت تبلیغ میں مکمل کرنے کے بعد پلٹنے والی کئی جماعتیں بھی مرکز پہنچتی ہیں۔ ان سب کو ہدایات دی جاتی ہیں۔ بیرونی ممالک میں جانے والی جماعتوں میں ۶ سے ۱۸ افراد تک کا وفد تشکیل پاتا ہے۔ خواتین بھی بیرونی ملکوں میں تبلیغ کے لئے جاتی ہیں، مگر لازمی شرط یہ ہے کہ ہر ایک کا محرم ساتھ ہو۔ کوشش کی جاتی ہے کہ جس ملک میں جماعت جائے وہاں کی زبان جاننے والا کوئی مبلغ بھی ساتھ ہو۔

ہم نے مرکز میں تقریباً ۴ گھنٹے گزارے اور بہت معلومات حاصل ہوئیں۔ سچی بات ہے کہ میرے لئے یہ پہلا موقع تھا جب اتنے مختلف النوع اُمور و معاملات اور شعبہ جات سے آگاہی حاصل ہوئی۔ فہیم بھائی نے مہمانوں کے لئے ظہرانے کا اہتمام بھی کر رکھا تھا۔ ظہرانے کے بعد اذان ہوئی تو ہم مسجد میں چلے گئے۔ ہزاروں لوگ صفیں باندھے سنتیں اور نوافل ادا کر رہے تھے۔ ہم نے بھی نوافل اور سنتیں پڑھیں، پھر جماعت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ ٹھیک ۲ بجے امام صاحب مصلّٰی پر تشریف لائے اور صفیں درست کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اقامت ہو چکی تو امام صاحب نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد مولانا فہیم صاحب ہمیں پہلی صف کے ساتھ دائیں ہاتھ کی طرف ایک دروازے سے محترم جناب حاجی محمد عبدالوہاب صاحب کے کمرے میں لے گئے، جو مسجد سے ملحق ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اس میں بھی صفیں بچھی ہوئی ہیں۔ حاجی صاحب وہیل چیئر پر مسجد کی طرف کھلنے والے دروازے کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے ہیں اور دیگر لوگ اپنی اپنی جائے نمازوں پر ان کے ساتھ دائیں طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نے سنتیں اسی کمرے میں پڑھیں۔ یہی حاجی صاحب کی رہائش گاہ اور خواب گاہ ہے۔ اب حاجی صاحب سے ہماری الوداعی ملاقات تھی۔

حاجی صاحب نے ہمیں رخصت کرتے وقت فرمایا کہ اُمت کی حالت بڑی ناگفتہ بہ ہے۔ تمام لوگوں کو پیغام پہنچائیں کہ وہ کثرت کے ساتھ استغفار کریں۔ ہم نے حاجی صاحب سے دعائیں لیتے ہوئے اُنہیں الوداع کہا۔ مسجد کے اندر بھی اور باہر نکل کر بھی بے شمار نوجوان اور بزرگ امیر جماعت اسلامی پاکستان جناب سراج الحق صاحب سے والہانہ ہاتھ ملاتے رہے۔ ان لوگوں میں اکثریت صوبہ خیبر پختون خوا بالخصوص دیر، سوات اور مالاکنڈ کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے تبلیغی بھائیوں کی تھی۔ منصورہ واپس پہنچ کر امیر جماعت نے حاجی صاحب کو مندرجہ ذیل خط روانہ کیا:

از: سینیٹر سراج الحق

امیر جماعت اسلامی پاکستان

مکرمی و محترمی جناب حاجی محمد عبدالوہاب

صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امیر تبلیغی جماعت پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہم پر سلامت رکھے اور آپ کی دعائیں اُمت کے شامل حال رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ہمت، استقامت اور جذبہ دعوت وتبلیغ عطا فرمایا ہے وہ ہم سب کے لئے ایک روشن اور قابل تقلید مثال ہے۔ آپ اس عمر میں بھی جوانوں سے زیادہ جواں عزم ہیں۔ یہ اللہ کی خاص دین ہے جو وہ اپنے خصوصی بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

”ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ“

(الجمعہ: ۴)

مورخہ ۸ رفروری ۲۰۱۶ء بروز سوموار تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا۔ اب تک اس حاضری کی حسین اور میٹھی یادیں دل میں موجزن ہیں۔ میں اور میرے تمام رفقاء آپ اور آپ کی پوری جماعت کے انتہائی ممنون ہیں کہ آپ نے ہمارا بہت اکرام کیا اور ہمیں دعاؤں سے نوازا۔ یہ ہم فقیروں کا سرمایہ افتخار ہے۔ آپ نے پہلی ملاقات میں بھی بہت اہم اور ایمان افروز ہدایات ارشاد فرمائیں اور الوداعی ملاقات میں بھی کثرت سے ساتھ استغفار کرنے کی مسنون تاکید فرمائی۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء۔

تبلیغی جماعت پوری دنیا میں اللہ کے دین کی روشنی اور نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا نور پھیلا رہی ہے۔ کسی ایک شخص کو ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ دنیا کی ساری دولت سے بہتر ہے۔ الحمدللہ! تبلیغی بھائیوں کے ذریعے لاتعداد انسان اللہ کے در پہ آنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ یہ مولانا محمد الیاس کاندھلوی صاحبؒ کا وہ صدقہ جاریہ ہے جس پر اولیاء اللہ بھی رشک کرتے ہیں۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحبؒ نے ان سے گزشتہ صدی کے تیسرے عشرے میں ملاقات کی اور ان کے ساتھ کئی دن گزارے۔ پھر ان کے اس عظیم کام کی تعریف وتحسین کے لئے ماہنامہ ترجمان القرآن میں دو مضامین لکھے، وہ بھی یادگار ہیں۔ اب پاکستان میں اس قافلے کی قیادت آپ کے شانوں پر ہے اور آپ نے اس کا حق ادا کیا ہے۔ ۹۵ سال کی عمر میں آپ جس ہمت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام اور اس کی نگرانی فرما رہے ہیں وہ ہر کسی کے بس میں نہیں ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ آمین۔

برادر گرامی قدر جناب مولانا محمد فہیم صاحب اور ان کے رفقاء نے جس طرح ہمارا استقبال کیا اور ہمیں وسیع وعریض مرکز کے ہر شعبے سے متعارف کروایا وہ بہت مفید اور ایمان افروز تجربہ ہے۔ میرے تمام رفقاء آپ اور آپ کی جماعت کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعاگو ہیں اور ان سب کی یہ خواہش ہے کہ ہم آپ کی خدمت اقدس میں آپ کی اجازت سے وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کا کام کرنے والے مخلص لوگ آپس میں جتنے قریب ہوں گے اللہ کے دین کی سربلندی اور دعوت کی کامیابی اسی قدر آسان ہوگی۔

یہ ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ ہم نے مسجد میں بھی آپ کا بیان سنا اور جید علماء کرام شیخ الحدیث مولانا نذرالرحمن صاحب، جناب مولانا محمد احسان الحق صاحب، مولانا عبدالرحمن صاحب اور دیگر بزرگان سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا۔ ہم آپ کے لئے دعاگو ہیں اور آپ کی دعاؤں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین۔

والسلام

سراج الحق

(امیر جماعت اسلامی پاکستان)

۹ رفروری ۲۰۱۶ء

دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو مگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گل دستے سجاتے ہو مگر آہ! تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے تم گلاب کے چھینٹوں سے اپنے رومال وآستین معطر کرنا چاہتے ہو مگر آہ! تمہاری غفلت کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشام روح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں اور تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب وزینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہاری دل کی بستی نہ اجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنہ نبوی کی مدح وثنا کے ترانے اٹھتے۔ یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے تو صرف اس لئے کہ اسی مہینہ میں دنیا کی خزان ضلالت ختم ہوئی اور کلمۂ حق کا موسم شروع ہوا، پھر اگر آج دنیا کی عدالت مسموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو مگر خزاں کی پامالیوں پر نہیں روتے؟!!

مولانا ابوالکلام آزادؒ

فیشن شو اور ناچ گانے کی اجازت، تبلیغ پر پابندی

انصار عباسی

فروری ۲۰۱۴ء میں لکھے گئے ایک کالم ''طالبان نے کس کے ہاتھ مضبوط کئے؟'' میں میری یہ رائے تھی کہ اسلام کے نام پر شدت پسندی اور دہشت گردی کرنے والوں نے دراصل پاکستان میں سیکولر ازم اور لبرل ازم کے ایجنڈے کو مضبوط کیا۔ آج تقریباً دو سال کے بعد جو میں نے کہا تھا وہ اتنا واضح ہو چکا کہ اب تو محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی پاکستان کا نام لینے والوں کے لئے یہاں کوئی جگہ ہی نہیں۔ حالات اس حد تک بدتر ہو چکے کہ ن لیگ کی پنجاب حکومت نے تبلیغی جماعت تک کو یونیورسٹیوں، کالجوں کی حدود میں تبلیغ کرنے سے روک دیا ہے۔ گانے بجانے پر تو کوئی پابندی نہیں بلکہ کھلی چھٹی دے دی گئی ہے اور اب تو غیر اسلامی رسومات منانے کے لئے سرکاری طور پر حوصلہ افزائی بھی کی جا رہی ہے جس میں وزیر اعظم صاحب پیش پیش ہیں، لیکن تبلیغی جماعت جیسی غیر سیاسی، پر امن تنظیم جو امریکا سمیت پوری دنیا میں اسلام کے فروغ کے لئے کام کر رہی ہے وہ اب صوبہ پنجاب کے جامعات میں نوجوانوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ایمان جیسی اسلامی بنیادوں کے متعلق تعلیم نہیں دے سکتی، دہشت گردی اور شدت پسندی کا کیا خوب مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس کی تمنا سیکولر اور لبرل شدت پسند بڑے عرصے سے کر رہے تھے لیکن اس سے پہلے کامیاب نہ ہوئے۔ لیکن اب تحریک طالبان پاکستان اور داعش جیسی شدت پسند تنظیموں نے اپنی دہشت گرد کارروائیوں سے بائیں بازو کے شدت پسندوں کے ہاتھ اتنے مضبوط کر دیئے کہ اسلام کی تبلیغ کا کام اسلام ہی کے نام پر قائم کی جانے والی ریاست پاکستان میں مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو سیاست دانوں میں بھی چوہدری نثار علی خان جیسے اسلام پسندوں کے خلاف گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ میڈیا میں موجود لبرل شدت پسندوں کا ایک طبقہ چوہدری نثار کے خلاف دل میں بغض محض اس لئے رکھے ہوئے ہے کیونکہ وہ شراب پیتا ہے نہ پلاتا ہے، نماز روزہ کا پابند ہے اور سینہ تان کر اسلام کا دفاع کرتا ہے، کرپشن نہ خود کرتا ہے نہ دوسروں کو کرنے دیتا ہے۔ خورشید شاہ اور چوہدری نثار کی لڑائی میں کچھ لبرل شدت پسندوں نے جھوٹ پر جھوٹ بول کر چوہدری نثار کو ٹارگٹ کرنے کی اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ اب تو مغرب کی پسند کے ''سیکولر اسلام'' کی تعلیم دینے والے مخصوص ''سیکولر اسلامی اسکالرز'' کے دلائل کو اسلامی تعلیمات کے برخلاف سننے اور پڑھنے والوں کے سامنے اس انداز میں پیش کیا جا رہا ہے تاکہ ایک مسلم امہ، اسلامی ریاست وحکومت، خلافت اور اسلام کے سیاسی فلسفہ کی ہی نفی کردی جائے اور اسے دہشت گرد سوچ سے جوڑ دیا جائے۔ امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن (Rand Corporation) نے امریکی حکومت کے لئے کچھ عرصہ قبل ایک حکمت عملی تیار کی جس کا مقصد دنیا بھر میں امریکا کے من پسند (Moderate Muslims) کا ایک ایسا نیٹ ورک تیار کرنا تھا جو اسلامی ممالک میں امریکی حکومت کے (Policy Objectives) کے حصول میں مددگار ہو۔

انٹرنیٹ پر رینڈ کارپوریشن کی اس حکمت عملی کو پڑھا جا سکتا ہے جس سے یہ بات سمجھ میں خوب آتی ہے کہ داعش و طالبان کی شدت پسندی اور ''Moderate Muslims'' کی روشن خیالی کس طرح ایک ایسے اسلام کو فروغ دینے کا سبب بن رہے ہیں جس کا مقصد امریکی ایجنڈے کو ہی آگے بڑھانا ہے۔ اس کے لئے اسلام کو ریاست اور حکومت سے جدا کرنے کے سیکولر اور لبرل فلسفہ کی بات خوب زور وشور سے کی جارہی ہے، ایک مسلم امہ کے اسلامی فلسفہ کی نفی اور جہاد کو دہشت گردی کے ساتھ جوڑا جا رہا ہے۔ روشن خیالی، ترقی اور جدت پسندی کے نام پر اسلامی شعائر اور تعلیمات کو رد کر کے مغربی تہذیب کو مسلمانوں پر مسلط کیا جا رہا ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے اسے دقیانوسی، شدت پسندی وغیرہ کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے۔ کوئی اسلامی نظام کی بات کرے تو گدھوں کی طرح اسے نوچ کھانے کے لئے دوڑنے والے روشن خیال (Moderate Muslims) ایک دم یہ بات کرتے ہیں: ''گلے کاٹنے والا اسلام، طالبان کا اسلام یا داعش کی خلافت......'' جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا تحریک طالبان پاکستان اور داعش کی کارروائیوں نے پاکستان میں لبرل شدت پسندوں کو اتنا مضبوط کر دیا کہ اب وہ سر عام پاکستان کے اسلامی تشخص کے خاتمہ کی بات کرتے ہیں اور اسلام کا نام لینے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ یہ دونوں اطراف کے شدت پسند گروہ ایک ہی مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ (روزنامہ جنگ کراچی، ۵ فروری ۲۰۱۶ء)

کامیاب اُستاذ کی صفات

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر دامت برکاتہم

گزشتہ سے پیوستہ

ترغیب:

طلباء کے دلوں میں ترغیب کے ذریعہ علم اور اُس مضمون کا شوق پیدا کرنا ایک کامیاب استاذ کی صفات میں سے ہے، تاکہ طلباء کے ذہنوں میں اس علم اور مضمون کی اہمیت پیدا ہو اور وہ اس علم کو شوق ورغبت سے حاصل کریں۔ اس کے لئے استاذ کو کتب حدیث میں ''کتاب العلم'' کا مطالعہ کرکے اس میں سے چند مطلوبہ احادیث کا انتخاب کرنا چاہیے۔

طلباء کے ساتھ شفقت ورحمت:

ایک معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت مشفق اور ہمدرد ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، آپ معلم ہونے کے ساتھ ایک والد کی طرح مشفق اور مہربان بھی تھے، آپ کی زبان نہایت پاکیزہ تھی، آپ نے کبھی گالی گلوچ سے کام نہیں لیا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے آپ سے بہتر نہ آپ سے پہلے کوئی معلم دیکھا نہ آپ کے بعد، خدا کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔''

ایک کامیاب معلم کی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت بلند اخلاق کا مالک ہو۔

نیز ایک معلم کا کمال یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ شاگردوں کی صحیح تربیت بھی کرے اور خود اپنی ذات کو بطور عملی نمونہ پیش کرے۔ آپ کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے: ''آپ ان کی تربیت اور تزکیہ فرماتے ہیں۔'' اور قرآن نے آپ کی زندگی کو پوری امت کے لئے بطور اُسوۂ حسنہ پیش کیا۔

لہٰذا اُستاذ کو طلباء پر نہایت شفیق اور ان کے ساتھ نرمی اور رحم کا سلوک کرنا چاہیے، اُستاذ طلباء کو اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھے، ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دے، ان کی تربیت، علم، اخلاق اور اُچھی عادات اپنانے میں ان پر اس طرح محنت کرے جس طرح اپنی اولاد کے لئے کرتا ہے۔

طلباء کی نگرانی:

اُستاذ کے فرائض منصبی میں یہ بھی داخل ہے کہ درس گاہ اور درس گاہ سے باہر حتی الامکان طلباء پر نگاہ رکھے اور دیکھے کہ وہ علم میں آگے بڑھ رہے ہیں یا نہیں؟ خصوصاً اس مضمون میں جس کو وہ استاذ انہیں پڑھا رہا ہے اور دیکھے کہ کیا وہ درس گاہ میں سبق کے دوران توجہ سے بیٹھتے ہیں؟ کیا وہ محنت کرتے ہیں؟ تکرار اور مطالعہ کرتے ہیں؟ اسباق میں پابندی سے حاضر ہوتے ہیں یا نہیں؟ وغیرہ نیز جہاں تک ممکن ہو ان کی اخلاقی حالت کا بھی خیال رکھے، وقتاً فوقتاً ان کے حالات معلوم کرتا رہے کہ وہ درس گاہ سے باہر کیسے رہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خبر گیری فرماتے تھے، اگر کسی کو نہ دیکھ پاتے تو پوچھتے کہ فلاں کیوں نہیں آئے؟ اگر معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہیں تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے۔

عربی زبان کی قدرومنزلت:

ایک طالب علم میں بنیادی طور پر علم کا شوق اور اس کے حصول کا جذبہ ہونا چاہیے، تاکہ وہ علم کو اپنا مقصد بنا کر اسے حاصل کرنے کے لئے پوری پوری محنت کرے۔ طالب علم میں علم کا شوق اور اس کی محبت بھی فطری ہوتی ہے، افراد کے اعتبار سے اس میں قلت وکثرت کا اعتبار اگرچہ رہتا ہے اور بعض میں یہ شوق بہت ہی کم ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسے پیدا کرنے اور اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس میں استاذ کے عمل اور کردار کو بڑا دخل ہے۔ ایک عقل مند اور تجربہ کار استاذ ہی طلباء میں یہ شوق وذوق پیدا کرسکتا ہے اور اسے مزید آگے بڑھا سکتا ہے۔ اس کا اچھا اور آسان طریقہ یہ ہے کہ استاذ تعلیم شروع کرنے سے پہلے اور تعلیم کے دوران وقتاً فوقتاً طلباء کے سامنے علم اور علماء کے فضائل، ان کا مرتبہ ومقام، خصوصاً عربی زبان کی فضیلت اور اس کی اہمیت بیان کرتا رہے اور طلباء کو بتائے کہ عربی زبان کی قدرومنزلت دینی، اجتماعی اور سیاسی ہر اعتبار سے بہت اونچی ہے۔ عربی زبان قرآن کریم اور وحی کی زبان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے جو سب سے زیادہ فصیح وبلیغ اور جوامع الکلم کے حامل تھے، لہٰذا شرعی احکام کو اس کے صاف ستھرے مصادر سے براہ راست حاصل کرنے اور اسلامی ثقافت کو اسلام کی علمی تراث سے حاصل کرنے کے لئے عربی زبان پر

دسترس ضروری ہے، خصوصاً اسلام کے دور سے پہلے کی عربی زبان جس میں یہ قرآن نازل ہوا اس سے قرآن کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے، کیوں کہ یہی لوگ اس کے پہلے مخاطب تھے، اس لئے ایک مسلمان طالب علم کے سامنے عربی سیکھنے کا یہی اعلیٰ مقصد ہونا چاہیے۔ جہاں تک عربی زبان کی اجتماعی اور سیاسی اعتبار سے اہمیت ہے تو یہ عرب، اسلامی ممالک اور اُمت اِسلامیہ کے مختلف افراد کے درمیان ایمان کے بعد مضبوط ترین رابطہ ہے۔ چناں چہ جب عربی جاننے والے دو مسلمان ایک مشرق اور دوسرا مغرب کا رہنے والا باہم ملتے ہیں تو ان کے لئے آپس میں افہام وتفہیم بہت آسان ہو جاتی ہے۔ ہر ایک دوسرے کے سامنے اپنے دلی جذبات اور محبت کا اظہار کر سکتا ہے، ایک دوسرے کے حالات اور مسائل سے براہ راست مطلع ہو سکتا ہے، جب کہ بسا اوقات عالمی اجنبی خبر رساں ایجنسیاں مسلمانوں کے حالات کو مسخ کر کے پیش کرتی ہیں جو ان کے لئے مزید پریشانی کا سبب بنتی ہیں۔ اگر عربی سیکھنے والوں میں ایسے طلباء بھی ہوں جو علم کے بجائے زبان کو بحیثیت زبان سیکھنا چاہتے ہیں تو ان کو بھی شوق دلایا جائے کہ اگر وہ کسی عرب ملک میں ملازمت یا سیاحت کے لئے جائیں گے تو وہ عربی زبان جاننے کی بنا پر اپنے مقصد میں زیادہ کامیاب رہیں گے۔ اب یہ ایک اچھے تجربہ کار استاذ کا کام ہے کہ عربی کی تعلیم کے دوران ایسے طلباء کی روحانی اور فکری تربیت کرے اور ان کو دین اور دینی اعمال کی طرف دعوت دے۔ اگر عربی کا استاذ کسی مسجد میں امام اور خطیب ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کو عربی زبان سیکھنے کی ترغیب دے، ان کے لئے مسجد یا مسجد سے متصل کسی ہال میں ان کے پڑھانے کا انتظام کرے، روزانہ یا ہفتہ میں تین دن ان کو پڑھائے اور ان کی ذہنی اور دینی تربیت کرے۔ اگر عربی کا استاذ کسی غیر مسلم ملک میں ہے اور وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور عربی پڑھنے کا شوق رکھتے ہیں تو اسے چاہئے کہ ان کے لئے بھی عربی پڑھانے کا انتظام کرے اور دوران تعلیم ان کے سامنے نہایت حکمت کے ساتھ اسلام کے محاسن اور اس کی عمدہ اور آسان تعلیمات کا تذکرہ کرتا رہے، شاید یہی بات ان کے لئے ہدایت کا سبب بن جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان پیش نظر رہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ: اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت نصیب کردے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ نیز مقتدیوں کو عربی پڑھانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ وہ عربی سیکھنے کے بعد جمعہ کا خطبہ اور نماز میں پڑھی جانے والی سورتیں اور مختلف اوراد کسی درجہ میں سمجھنے لگیں گے۔ اس طرح امام اور مقتدیوں میں بحیثیت استاذ و شاگرد مزید ایک قلبی اور روحانی تعلق بڑھ جائے گا اور ایسے مسائل بھی رونما نہیں ہوں گے جو عموماً امام اور مقتدیوں کے درمیان بُعد کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

آخری بات:

آخر میں اپنی ان معروضات کی روشنی میں اپنی تعلیمی برادری کی خدمت میں چند گزارشات پیش کرتا ہوں۔

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ایک معلم اور استاد کا اسلام میں کیا مقام ہے۔ معلمین حضرات حقیقت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں: العلماء ورثة الانبیاء اور مرتبہ عظیم کے ساتھ عظیم تر ذمہ داریاں بھی انہیں پر عائد ہوتی ہیں۔

اس لئے ہم صدق دل سے یہ عہد کریں کہ ہم اپنے اندر وہ تمام صفات پیدا کریں گے جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہیں اور اپنے سامنے ہمیشہ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بطور معیار کے رکھیں گے۔

ہم ان اوصاف کو اپناتے ہوئے اپنی علمی درس گاہوں کا معیار بلند کریں، ہمارے مدارس، ہمارے اسلامی اسکولز، ہماری اسلامی یونی ورسٹیاں، ہمارے علمی ادارے اپنے تعلیمی معیار میں ترتیبی اعتبار سے، نظام کے اعتبار سے، اخلاق کے اعتبار سے، وقار کے اعتبار سے، صفائی کے اعتبار سے، نظامت کے اعتبار سے اتنے بلند ہوں کہ طلباء ان کی طرف کھنچے ہوئے آئیں اور کسی دوسری طرف اپنا رُخ نہ کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے” اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم کوئی کام کرو تو اسے خوش اسلوبی سے کرو۔“

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر ہماری کوتاہوں سے ہمارے علمی اداروں کا معیار تعلیم پست ہوا اور ہمارے بچوں نے غیر مسلموں کے تعلیمی اداروں کا رخ کیا اور اس کے نتیجہ میں وہ اپنے دین سے منحرف ہوئے اور اپنے قومی اور وطنی جذبہ سے محروم ہوئے تو اس کی ذمہ داری اور وبال سب پر پڑے گا اور اس کا جواب ہمیں کل اللہ کے سامنے دینا ہوگا اور اس ذمہ داری کا احساس ہر فرد کو ہونا چاہیے خصوصاً تعلیمی اداروں کے ذمہ دار حضرات اور وزارتِ تعلیم کے سرکردہ افراد کو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خصوصاً تعلیمی میدان میں کام کرنے والوں اور اساتذہ و معلمین کو معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ واللہ ولی التوفیق۔

☆☆......☆☆

جاوید احمد غامدی

سیاق وسباق کے آئینہ میں

قسط:۲۳

حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ

ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہوں سے متعلق غامدی کا نظریہ:

"حدود وتعزیرات" کے بڑے عنوان کے تحت دفعہ:۶ کے ضمن میں غامدی صاحب ثبوتِ زنا کے لئے چار گواہ پیش کرنے کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسی طرح زنا کے جرم میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر حال میں چار گواہ ہی طلب کئے جائیں اور وہ اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالت مباشرت میں دیکھا ہے، قرآن وحدیث کی رو سے یہ شرط صرف اس صورت میں ضروری ہے جبکہ مقدمہ الزام ہی کی بنا پر قائم ہوا ہو اور الزام ان پاک دامن شرفاء پر لگایا جائے جن کی حیثیت عرفی ہر لحاظ سے مسلم ہو اور جن کے بارے میں کوئی شخص اس بات کا تصور بھی نہ کرسکتا ہو کہ وہ بھی اس جرم کا ارتکاب کرسکتے ہیں۔" (منشور،ص:۱۸)

تبصرہ:.....اپنے منشور کی اس دفعہ میں غامدی صاحب نے جرم زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کے مہیا کرنے کو غیر ضروری قرار دیا ہے، گویا ان کے نزدیک جرم زنا بھی عام جرائم کی طرح ہے جس میں دو گواہ کافی ہیں، یہی غامدی کا ذہنی نظریہ ہے، لیکن قرآن پاک میں چار گواہوں کی تصریح موجود ہے، اس لئے غامدی صاحب اس سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے عجیب منطق بنا کر کئی صورتیں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چار گواہ اس وقت ضروری ہیں جبکہ مقدمہ الزام کی صورت میں ہو، یعنی جب الزام کی صورت نہ ہو تو پھر زنا کے جرم کے ثابت کرنے کے لئے دو گواہ کافی ہیں۔ نیز یہ الزام شرفاء اور پاکدامن لوگوں پر لگا ہو، اگر قحبہ خانہ کی فاحشہ عورت ہو یا پاک دامن لوگ نہ ہوں تو پھر بھی چار گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے اپنی کتاب "برہان" میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی شریف آدمی سے زنا کی لغزش ہوجائے تو اسلام یہی چاہتا ہے کہ اس پر پردہ ڈالا جائے اور معاشرہ میں اس کو رسوا نہ کیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ دو گواہوں کا قصہ بھی ختم ہوگیا۔

کئی فرضی صورتوں کے بعد غامدی صاحب "برہان" میں بطور خلاصہ یوں لکھتے ہیں:

"ان دو مستثنیات کے سوا اسلامی شریعت ثبوتِ جرم کے لئے عدالت کو ہرگز کسی خاص طریقے کا پابند نہیں کرتی، لہٰذا حدود کے جرائم ہوں یا ان کے علاوہ کسی جرم کی شہادت ہو، ہمارے نزدیک یہ قاضی کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کی گواہی قبول کرتا ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں کرتا ہے، اس میں عورت اور مرد کی تخصیص نہیں ہے۔"

> غامدی صاحب "برہان" میں لکھتے ہیں:
>
> "علم واستدلال نہ کسی گروہ کی میراث ہے، نہ کسی دور کا خاصہ، اگلوں کو اگر ایک اصول بنانے کا حق تھا تو ہمیں دلائل کے ساتھ اس کے ابطال کا بھی حق ہے، تنقید سے بالاتر اگر کوئی چیز ہے تو وہ قرآن وسنت ہیں اور ان کی تفسیر وتشریح کا حق ہر اس شخص کو حاصل ہے جو اپنے اندر اس کی اہلیت پیدا کرلے، جو لوگ ہم سے پہلے آئے وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔" (برہان،ص:۳۷)

اس عبارت کے بعد غامدی صاحب نے "برہان" میں وہی لمبی عبارت لکھ دی ہے جو اس سے پہلے منشور کی دفعہ:۵ کے ضمن میں ہم نے نقل کردی ہے۔ یہاں "برہان" میں غامدی صاحب نے یہ نئے گل کھلائے کہ یہی معاملہ غیر مسلموں کی گواہی کا بھی ہے، یعنی معاملہ قاضی کی صوابدید پر ہے، حد زنا میں وہ چاہے مرد کی گواہی قبول کرے، چاہے عورت کی گواہی قبول کرے، چاہے کافر کی گواہی قبول کرے۔ جناب غامدی صاحب نے گواہوں کی صورتوں کو اتنا الجھا دیا ہے کہ آدمی سمجھنے سے قاصر ہے، اس میں اتنے اگر چہ مگر چہ اور ایں چنیں آں چناں اور اتنے چوں وچرا سے کام لیا گیا ہے کہ دماغ گھوم جاتا ہے، اس کی مثال ایک منطقی کے قصہ کی طرح ہے، قصہ بطور لطیفہ ملاحظہ ہو:

"ایک منطقی امام مسجد ایک گاؤں میں رہتا تھا، بے چارہ فقہ کے مسائل سے ناواقف تھا، گاؤں میں ایک کنواں تھا، اس میں ایک دفعہ ایک چوہا گر کر مرگیا، گاؤں کے لوگوں نے ان سے مسئلہ پوچھا کہ مولوی صاحب! بتایئے کہ کنویں میں چوہا گرا ہے، کنویں سے کتنے ڈول پانی نکالیں؟ بے چارے نے فقہ پڑھی نہیں تھی، منطق کا ماہر تھا، تو کہنے لگا چوہے کے گرنے کی کئی صورتیں ہیں: یہ چوہا چل کر کنویں میں گرا ہوگا یا دوڑتا ہوا گرا ہوگا، پھر یا تو خود دوڑ کر آیا ہوگا، یا کسی نے بھگایا ہوگا، پھر یا تو ڈر کی حالت

میں گرا ہوگا یا اطمینان سے گرا ہوگا، پھر گرنے کے وقت اس نے چھلانگ لگائی ہوگی یا بغیر چھلانگ کے گرا ہوگا۔ تم لوگ بتاؤ کہ گرنے کی کونسی صورت تھی؟ کیونکہ ہر صورت کے لئے الگ الگ مسئلہ ہے اور الگ الگ ڈول ہیں اور الگ الگ تعداد ہے۔ لوگوں نے کہا: ہم تو ان صورتوں کو نہیں جانتے کہ چوہا کس صورت میں گرا تھا۔ منطقی نے کہا: پھر جاؤ، میں بھی نہیں جانتا کہ کس صورت پر فتویٰ دوں، پہلے صورت متعین کرو، پھر فتویٰ لے لو۔“

غامدی صاحب نے شریعت مقدسہ کے اجماعی مسائل میں اسی منطقی امام کی طرح صورتیں بنا بنا کر تشکیک پیدا کردی اور پھر اپنے غلط راستے کی طرف راہ فرار اختیار کی، چنانچہ ہر جگہ وہ شقیں بنا بنا کر مخاطب کو الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شریعت ہے جو منقول راستے سے آئی ہے، اس میں غامدی صاحب کی عقلیت اور عقلی گھوڑے دوڑانے کی گنجائش نہیں ہے۔

غلط راستے پر چل پڑنے اور گمراہ ہوجانے اور صحیح راستے پر قائم رہنے کی بنیادی وجہ اور فرق یہ ہے کہ مثلاً: ایک صحیح عالم اور فقیہ جب احادیث اور روایات میں تضاد یا تعارض دیکھتا ہے تو وہ صحیح محمل پر اس کو حمل کرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی ترجیح دیتا ہے، کبھی توجیہ کرتا ہے، لیکن تمام روایات کا احترام رکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کلام ہے، انکار نہ ہوجائے۔ یہ سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے اور ہدایت پر استقامت کا بہترین راستہ ہے۔ فقہاء کرام کا اختلاف اور مذاہب اربعہ کا وجود اسی وجہ سے ہے۔ اس کے برعکس مثال کے طور پر ایک آزاد منش محقق اسکالر، دانشور، پروفیسر اور تجدد پسند شخص کے سامنے جب اختلافات پر مبنی روایات آتی ہیں تو وہ فوراً فیصلہ کردیتا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہوسکتا، کیونکہ نبی ﷺ کے کلام میں تو تعارض نہیں ہوسکتا، لہٰذا وہ ان روایات کو غلط کہہ کر راویان حدیث پر پورا نزلہ گرا دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ یہ ان غلط لوگوں کی غلط روایات ہیں، لہٰذا اس سے ماخوذ مسئلہ بھی غلط ہے۔ اس طرح وہ شخص سمجھتا ہے کہ میں نے تحقیق کرکے حدیث وسنت کی خدمت کی، لیکن حقیقت میں وہ گمراہی کے گہرے کھڈے میں جا گرتا ہے۔ غامدی صاحب اور ان کے استاد امین اصلاحی صاحب اور حمید الدین فراہی صاحب اور غامدی صاحب کے شاگردوں کے ساتھ یہی کچھ ہوا ہے، پھر بدقسمتی سے یہ پروفیسر قسم کے لوگ غضب کے اصحاب قلم ہوتے ہیں، ان کے دل ودماغ میں دنگل مشتی اور میدان کی کشتی کا طبعی شوق ہوتا ہے، یہ ذہنی طور پر متکبر بھی ہوتے ہیں اور خود پنداری میں یہ دوسروں کو حقیر بھی سمجھتے ہیں، لہٰذا یہ پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں، پھر اجماع امت کا انکار کرجاتے ہیں، شریعت کے مسلمات کو ٹھکراتے ہیں، فقہاء اور مجتہدین کو غلطی پر تصور کرتے ہیں، مفسرین اور مدارس کے علماء کو نابلد اور ناآشنائے علم گردانتے ہیں۔ آج کل یہی معاملہ غامدی صاحب کے ساتھ ہوگیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس اللہ کے بندے نے شریعت کے تمام احکام کو اپنی عقل نارسا پر تولنے کی کتنی بڑی کوشش کی، پھر اتنی غلطیاں کیں جن کا گننا دشوار ہے، تو کس کس بات کا جواب علماء دیں گے؟ کسی نے سچ کہا ہے:

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم

”جسم سارے کا سارا زخمی زخمی ہے، ہم کہاں کہاں روئی رکھیں گے۔“

اب جرم زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہوں پر امت کا اجماع ہے اور غامدی صاحب اگرچہ مگرچہ اور ایں چنیں اور آں چناں کرکے اس میں شک ڈالنے کی کوشش میں زور قلم لگا کر صفحات سیاہ کئے جارہے ہیں۔ ہم اہل مدارس زیادہ سے زیادہ ایک فقیہ کے فتویٰ تک پہنچ جاتے ہیں تو خوش ہوجاتے ہیں، ایک روایت حدیث تک پہنچ جاتے ہیں تو خوش ہوجاتے ہیں، لیکن ادھر سے غامدی صاحب جیسے لوگ بغاوت کے جھنڈوں کے ساتھ خروج کرکے آجاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ یہ سب غلط ہے، صرف قرآن صحیح ہے۔ جس طرح غامدی صاحب مسلسل یہی راگ الاپتے ہیں کہ اسلوب قرآن کا یہ تقاضا ہے، طرز کلام کا یہ تقاضا ہے، فلاں شاعر کا یہ شعر ہے، فلاں ادیب کا یہ ادب ہے اور عقل سلیم کا یہ فیصلہ ہے اور فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے، حمید الدین فراہی نے یہ کہا ہے اور امام امین احسن اصلاحی نے یہ مطلب بیان کیا ہے، رجم اور سنگساری کی سزا کے ساتھ ہمارے فقہاء نے یہ طرفہ معاملہ کیا ہے، پھر کہتا ہے:

”برسوں کے مطالعہ اور فکر وتدبر کے بعد ہم اس کہنے پر مجبور ہیں کہ اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے (یعنی فقہاء نے) جتنے دلائل پیش کئے ہیں وہ سب منطقی مغالطوں پر مبنی اور بے حد کمزور ہیں، اسے پیش کرنے والے سلف وخلف کے اکابر ہی کیوں نہ ہوں طالب حق کو پوری قوت کے ساتھ اسے رد کردینا چاہئے، پھر کہتا ہے: ہماری رائے میں بہتر یہی ہے کہ ان فقہاء کے بعض دوسرے ارشادات پر تنقید سے پہلے اس اصول کی غلطی واضح کردی جائے، کیونکہ اصل کی تردید کے بعد فروع خود بخود بے معنی ہوجائیں گی۔“ (برہان،ص:۳۷کا خلاصہ)

پھر سنگساری اور رجم کی سزا سے انکار سے متعلق غامدی صاحب لکھتے ہیں:

”تیسری بات ان روایات سے یہ

سامنے آتی ہے کہ سنگساری جیسی شدید سزا کا قانون بیان کرنے کے لئے جو اُسلوب ان میں اختیار کیا گیا ہے، وہ نہایت مبہم اور بے حد غیر واضح ہے، پھر کچھ آگے لکھتا ہے: یہ ہے ان روایات کی حقیقت جن سے قرآن کے حکم میں تبدیلی کی جاتی ہے اور شادی شدہ زانی کے لئے رجم کا قانون اخذ کیا جاتا ہے۔ ان کے اس ابہام اور تناقض کو دیکھئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ کسی انسان کے لئے سنگساری کی سزا تو بڑی بات ہے، اگر کسی مچھر کو ذبح کردینے کا قانون بھی اس طریقے سے بیان کیا جائے تو کوئی عاقل کیا اسے قبول کرسکتا ہے؟" (برہان، ص:۶۲، ۶۳ کا خلاصہ)

غامدی صاحب برہان، صفحہ:۳۷ پر لکھتے ہیں:

"علم واستدلال نہ کسی گروہ کی میراث ہے، نہ کسی دور کا خاصہ، اگلوں کو اگر ایک اصول بنانے کا حق تھا تو ہمیں دلائل کے ساتھ اس کے ابطال کا بھی حق ہے، تقلید سے بالاتر اگر کوئی چیز ہے تو وہ قرآن وسنت ہیں اور ان کی تفسیر وتشریح کا حق ہر اس شخص کو حاصل ہے جو اپنے اندر اس کی اہلیت پیدا کرلے، جو لوگ ہم سے پہلے آئے وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔"

(برہان، ص:۳۷)

تبصرہ:..... غامدی صاحب کا یہی قلبی استخفاف اور فقہاء سے قلبی بغض جو انہوں نے اکابر امت کے بارے میں اختیار کیا ہے اور اپنے لئے نئے نئے راستوں کو نکالا ہے، انہیں چیزوں نے ہمیں مجبور کیا اور ہمارے قلم میں شدت پیدا ہوگئی تو بقول غامدی صاحب میں بھی کہوں گا:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

اوپر غامدی صاحب کی جو عبارات میں نے نقل کی ہیں، یہ غامدی صاحب کے دل کی آواز ہے، یہ ان کی کج راہی اور گمراہی کا ایک حصہ ہے، جس تک وہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پہنچنا چاہتا ہے۔

ثبوتِ زنا کے لئے قرآن وحدیث سے چار گواہوں کا ثبوت:

جرم زنا کے ثبوت کے لئے قرآن مجید میں تین آیات ایسی ہیں جن میں چار گواہوں کے پیش کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے، پہلی آیت سورۃ النساء کی آیت:۱۵ ہے جو اس طرح ہے:

"وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا۔" (سورۃ النساء:۱۵)

ترجمہ: "اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں سے، پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں، یہاں تک کہ اٹھالیوے ان کو موت یا مقرر کردے اللہ ان کے لئے کوئی راستہ۔"

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ان آیات میں ایسے مردوں اور عورتوں کے بارے میں سزا تجویز کی گئی ہے جن سے فاحشہ یعنی زنا کا صدور ہوجائے۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ جن عورتوں سے ایسی حرکت سرزد ہوجائے تو اس کے ثبوت کے لیے چار گواہ مرد طلب کئے جائیں، یعنی جن حکام کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جائے ثبوت زنا کے لئے وہ چار گواہ طلب کریں، جو شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں، اور گواہی بھی مردوں کی ضروری ہے، اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ زنا کے گواہوں میں شریعت نے دو طرح سے سختی کی ہے، چونکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے، جس سے عزت اور عفت مجروح ہوتی ہے اور خاندانوں کے ننگ وعار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے، اولاً تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں، عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ ثانیاً چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت سخت ہے، جس کا وجود میں آنا شاذ ونادر ہی ہوسکتا ہے، یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی والدہ یا بیوی، بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں، یا دوسرے بدخواہ لوگ دشمنی کی وجہ سے الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کرسکیں، کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نامعتبر ہے، ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جاتے ہیں، اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر "حد قذف" جاری کردی جاتی ہے۔"

جرم زنا کے ثبوت کے لئے قرآن مجید میں چار گواہوں کا حکم سورۂ نور کی آیت:۱۳ میں بھی دیا گیا ہے، آیت اس طرح ہے:

"لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔" (نور:۱۳)

ترجمہ: "کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار گواہ، پھر جب نہ لائے گواہ تو وہی لوگ اللہ کے ہاں جھوٹے ہیں۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرسکیں اور بدون کافی ثبوت ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں۔" (تفسیر عثمانی، ص:۴۶۸)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں اس طرح بیان فرماتے ہیں، عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”مسئلہ:.....علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار مردوں کی شہادت ضروری ہے، عورتوں کی شہادت سے ثبوت زنا نہیں ہوتا اور چار مردوں سے کم کی شہادت بھی کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ “..... ”عورتوں کے زنا پر اپنے میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) چار مردوں کی شہادت لو۔“ دوسری آیت میں ہے: ”لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ “..... ”انہوں نے اس بات پر چار مرد گواہ کیوں پیش نہیں کئے۔“

(تفسیر مظہری، ج:۸، ص:۲۴۹-۲۵۰)

قرآن مجید میں سورۂ نساء کی آیت: ۱۵، سورۂ نور کی آیت: ۴، ۶، ۸ اور ۱۳ میں صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جرم زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہوں کے پیش کرنے کا حکم دیا ہے اور غامدی صاحب کہتے ہیں کہ زنا کے جرم میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر حال میں چار گواہ ہی طلب کئے جائیں، جیسا کہ انہوں نے اپنے منشور کے ص: ۱۸ پر لکھا ہے، بہر حال ان پانچ آیتوں کی تفسیر میں مفسرین نے چار ہی گواہوں کی صراحت اور تفصیل بیان کی ہے۔

تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن اور تفسیر عثمانی کی تصریحات کا مطلب یہ ہے کہ سارے مفسرین نے اسی طرح تفسیر فرمائی ہے، فقہائے کرام میں بھی کسی کا اختلاف نہیں، بلکہ چار گواہوں کی پیشی پر سب کا اتفاق ہے، صرف جاوید احمد غامدی نے کسی دلیل کے بغیر خواہ مخواہ قرآن وحدیث اور مفسرین وفقہاء کے خلاف راستہ اختیار کیا ہے۔ غامدی صاحب نے ان آیات میں مقدمہ زنا کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک مقدمہ الزام اور دوسرا غیر الزام۔ میں غامدی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ مفسرین میں سے کسی نے الزام اور غیر الزام کی بات نہیں کی ہے، قرآن وحدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ نہیں ہے، پھر آپ کیوں ”اگر چہ مگر چہ اور ایں چنیں وآں چناں“ کر کے مختلف صورتیں بناتے ہیں؟ اور اسلام کے اجماعی عقیدے کے خلاف منشور میں دفعہ بنا کر درج کرتے ہیں؟ پھر منشور میں جو کچھ لکھتے ہیں، اپنی کتاب ”برہان“ کے صفحہ: ۲۶ میں اس کے برعکس لکھتے ہیں، ”برہان“ کی عبارت بھی ایک ہی صفحہ میں آپس میں متضاد ہے، وہاں دیکھا جا سکتا ہے، اتنی محنت کر کے ایک غلط مقصد تک پہنچنے کی ضرورت کیا تھی، جمہور امت کے راستے پر چل پڑتے تو کیا آفت آتی؟

(جاری ہے)

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ
مکمل علاج مکمل خوراک
فیصل
قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام
معجون قوتِ اعصاب زعفرانی
33 اجزاء کا اکسیر مرکب
☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پرکیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگر موتھ	مغز بندق	آرو خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	تج	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دار چینی	اکر	الائچی خورد	بیج کاکنج	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	مائیں	الائچی کلاں	بیج عشق پیچہ	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	جز سوختہ	ترنجبین	ابہل	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	رس کونپلی	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

معجون تسکین دل
دل کے تمام امراض کے لئے مفید ہے۔
دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
قیمت 1200 روپے
جگر ومعدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
وزن 500 گرام
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیموں	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
گل [illegible]	الائچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577
فیصل FOODS شارپلازہ، ڈی گراونڈ، سپلائرز کالونی فیصل آباد

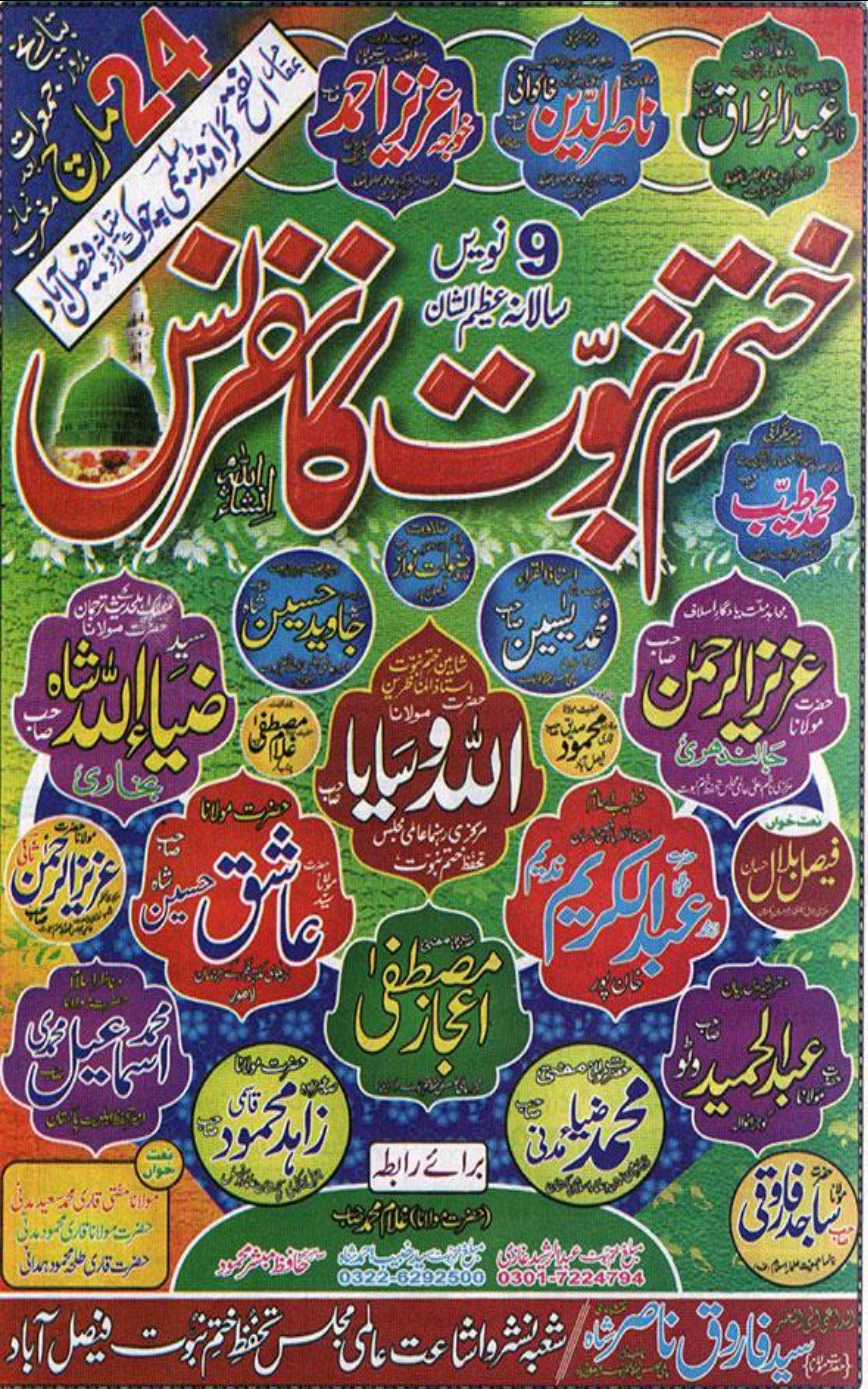

بتاریخ 24 مارچ بروز جمعرات بعد نماز مغرب
بمقام: لطیفہ گراؤنڈ ڈیفنس چوک ریلوے لائن فیصل آباد
9 نویں سالانہ عظیم الشان
ختم نبوت کانفرنس
ان شاء اللہ
خواجہ عزیز احمد
ناصر الدین خاکوانی
عبد الرزاق
محمد طیب
قاری محمد یسین صاحب
جاوید حسین شاہ
ضیاء اللہ شاہ صاحب
بخاری
حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب
جالندھری
غلام مصطفیٰ
قاری محمود
شاہین ختم نبوت
استاذ المناظرین
حضرت مولانا
اللہ وسایا صاحب
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
عزیز الرحمن ثانی
حضرت مولانا
عاشق حسین شاہ صاحب
حضرت
عبد الکریم ندیم
خان پور
نعت خواں
فیصل بلال حسان
اعجاز مصطفیٰ
محمد اسماعیل
حضرت مولانا عبد الحمید وٹو
حضرت مولانا زاہد محمود قاسمی
محمد ضیاء مدنی
نعت خواں
مولانا مفتی قاری محمد سعید مدنی
حضرت مولانا قاری محمود مدنی
حضرت قاری طلحہ محمود ہمدانی
برائے رابطہ
(حضرت مولانا) غلام محمد صاحب
مبلغ ختم نبوت سید ضیب احمد شاہ
0322-6292500
مبلغ ختم نبوت عبد الرشید غازی
0301-7224794
حافظ مبشر محمود
مولانا ساجد فاروقی صاحب
سید فاروق ناصر شاہ
شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد